خصوصی نمبر
مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب وسنّت کا داعی اور مسلک سلف کا پاسبان

ترجمان جدید

پندرہ روزہ

نئی دہلی

اہلحدیث اور ہمارے اسلاف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سبھی حضرات کا ماخذ ومرجع کتاب وسنت تھا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں جب فتنوں کا آغاز ہوا،سبائیوں،رافضیوں،ناصبیوں اور خارجیوں نے اس سلسلے میں جو راستہ اختیار کیا وہ یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا راستہ نہیں تھا۔ان بدعی فرقوں کا بحیثیت مجموعی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد نہ رہا۔رافضی و سبائی (دعوے کی حد تک) حضرت علی رضی اللہ عنہ،اہل بیت اور چند صحابہ کے ہو کر رہ گئے۔ناصبیوں کا مزاج اس کے برعکس تھا۔خارجیوں نے جنگ جمل وصفین میں حصہ لینے والوں کو کافر ومشرک قرار دیا۔اوران کی روایات کو ناقابل اعتبار ٹھہرایا۔مگر اس دور میں اکثریت نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد کیا۔انھیں عادل تسلیم کیا۔اور بلا امتیاز سب کی روایات وفرمودات سے استفادہ کیا۔یہی صورت حال بالعموم تابعین،تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دور میں قائم رہی۔ائمہ اربعہ سے پہلے بھی کتاب وسنت کے متبع مسلمان اور اہل سنت واہل حدیث تھے۔

(مقالات (اول) از: مولانا ارشاد الحق اثری،ص: ۳۱)

www.KitaboSunnat.com

جلد نمبر: ۴۰ یکم تا ۳۱ر دسمبر ۲۰۱۶ء مطابق ۳۰ر صفر تا یکم ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ شمارہ: ۷-۸

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

درس قرآن

مصیبتیں تمہارے اپنے کرتوت کا بدلہ ہیں

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ (الشوریٰ:۳۰)

ترجمہ: تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہیں اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے۔

تفسیر: مذکورہ آیت سورہ شوریٰ کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو متنبہ کیا ہے کہ جو مصیبت تمہارے سروں پر آتی ہے وہ تمہارے گناہوں کے پاداش میں آتی ہیں، جس میں اہل ایمان اور عوام سب شامل ہیں۔ اگر اس آیت کا خطاب اہل ایمان سے ہو تو مطلب ہوگا کہ تمہارے بعض گناہوں کا کفارہ تو وہ مصائب بن جاتے ہیں جو تمہیں گناہوں کے نتیجہ میں پہونچتے ہیں اور کچھ گناہ وہ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ یوں ہی معاف فرما دیتا ہے، کیونکہ اس کی ذات بڑی رحیم وکریم ہے، اس کی شان کریمی یہ ہے کہ جس گناہ کو معاف فرما دیا اس کا مواخذہ بعد میں نہیں کرے گا۔

اسی مفہوم کو اللہ کے رسول ﷺ نے بخاری میں فرمایا کہ مومن کو جو بھی تکلیف یا غم پہنچتا ہے حتی کہ اس کے پیر میں کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (صحیح بخاری: کتاب المرضی، صحیح مسلم کتاب البر)

اگر اس آیت کا روئے سخن عام ہو تو مطلب ہوگا کہ تمہیں جو مصائب دنیا میں پہنچتے ہیں یہ تمہارے اپنے گناہوں کا نتیجہ ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں سے درگزر فرما دیتا ہے، یعنی یا تو ہمیشہ کے لیے معاف کر دیتا ہے یا ان پر فوری سزا نہیں دیتا ہے، اس طرح عقوبت و تعزیر میں تاخیر یہ بھی یک گونہ معافی ہی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ فوراً ہی مواخذہ کر لے تو روئے زمین پر کوئی باقی نہ بچے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دوسری جگہ فرمایا:

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِن دَابَّةٍ. (فاطر:۴۵)

اگر اللہ لوگوں کے کرتوتوں پر فوراً مواخذہ شروع کر دے تو زمین پر کوئی چلنے والا باقی نہ رہے۔ اسی مفہوم کو اللہ نے سورہ نحل میں یوں فرمایا:

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِن دَابَّةٍ وَلَٰكِن يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى (النحل:۶۱)

اگر لوگوں کے گناہ پر اللہ تعالیٰ ان کی گرفت کرتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار باقی نہ رہتا، لیکن وہ تو انہیں ایک وقتِ مقررہ تک ڈھیل دیتا ہے۔

یہ اس کائنات ارضی پر اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی نافرمانیاں دیکھتے ہوئے بھی صرف نظر سے کام لیتا ہے اور فوری طور پر مواخذہ نہ کر کے اپنی بیش بہا نعمتیں ہر کافر ومشرک وگنہگار کے لیے عام کر رکھا ہے، اگر چاہے تو اپنی نعمتیں فوراً سلب کر سکتا ہے، حالانکہ ظلم وزیادتی اور کفر ومعصیت، غضب وقہر کا ارتکاب اس قدر عام ہے کہ اس پر فوری مواخذہ کرے تو کوئی باقی نہ بچے گا اور جب شر وفساد عام ہو جائے تو پھر عذاب الٰہی میں عام نیکو کار بھی ہلاک کر دیے جاتے ہیں۔ اس لیے وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ہم سب کو اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ ہم اپنے اوقات کو کس کام میں لگا رہے ہیں۔ اگر اپنے ہاتھوں سے کچھ اچھا کر رہے ہیں تو اس میں مزید مستعد ہو جانا چاہیے اور اگر برائی کر رہے ہیں تو وقت رہتے باز آ جائیں تاکہ گزشتہ خطاؤں کی تلافی ہو جائے۔

اللہ ہم سب کو نیک اعمال انجام دینے کی توفیق دے۔ آمین۔

درس حدیث

بعض آداب شریعت

عَنْ أَبِي بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ. قَالَ: فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَسُولًا. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ. حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: وَالنَّاسُ فِي مَبِيتِهِمْ "لَا يَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ وَ لَا قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ" قَالَ مَالِكٌ: أُرَى أَن ذَلِكَ مِنَ أَجْلِ الْعَيْنِ. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوبشیر انصاریؓ نے بیان کیا ہے کہ وہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قاصد بھیجا۔ راوی حدیث عبداللہ بن ابی بکر کا کہنا ہے: میرا خیال ہے کہ شیخ نے بیان کیا کہ لوگ ابھی رات کی آرام گاہ میں تھے (آپ نے کہلا بھیجا) کہ کسی اونٹ کے گلے میں کوئی تانت یا کوئی قلادہ باقی نہ چھوڑا جائے، بلکہ اسے کاٹ دیا جائے، امام مالک بن انس فرماتے ہیں: میرا خیال ہے بدنظری سے بچاؤ کے لیے یہ تانت اونٹ کے گلے میں ڈالتے تھے۔

تشریح: مذکورہ حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے شریعت کے بعض آداب وسلوک کا ذکر فرما کر اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ اسلام ہر چیز میں مصلحت کے ساتھ اس کی حلت و حرمت کا بھی خیال رکھتا ہے اور یہ بھی دیکھتا ہے کہ اس سے ہمارے اعمال وعقائد پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس روایت میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کسی اونٹ کے گردن میں تانت کا قلادہ باقی نہ رکھا جائے، مروجہ زمانے میں جدید گاڑیوں وسواریوں میں آج بھی نظر بد سے بچنے کے لیے لیموں مرچ وغیرہ لٹکا دیے جاتے ہیں اور اسے موثر سمجھتے ہیں ان سب کا تعلق عقیدہ سے ہوتا ہے، اس کی ممانعت کے کچھ وجوہ واسباب علماء نے بیان کیے ہیں۔

بقول علامہ خطابی امام مالک اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اونٹوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے بطور تعویذ گلے میں ڈالتے تھے، اور اسے بھی موثر سمجھتے تھے جبکہ بعض علماء کا خیال ہے کہ لوگ یہ تانت ان کے گلے میں گھنٹیاں باندھنے کے لیے ڈالتے تھے، بعض کا کہنا ہے کہ اس تانت سے دوڑتے بھاگتے ہوئے جانوروں کا گلا گھٹ جاتا، بہرحال وجہ کوئی بھی ہو، گلے میں تانت ڈالنے سے منع فرمایا گیا ہے، اسی طرح دیگر جاہلانہ تعویذ گنڈے بھی ڈالنا جائز نہیں۔

ایک اور روایت میں ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ بیان کرتی ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا جس قافلہ میں گھنٹی ہو فرشتے اس کے ساتھ نہیں چلتے۔ اور ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا فرشتے اس جماعت کے ساتھ نہیں چلتے جن کے ساتھ کتا یا گھنٹی ہو، نیز ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: الجرس مزمار الشیطان۔ گھنٹی شیطان کا گانا ہے۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ (۱) جانوروں کے گلوں میں گھنٹی وگھنگرو قسم کی چیزیں باندھنا جائز نہیں۔ (۲) موسیقی کے دوسرے آلات کی حرمت بھی احادیث سے ثابت ہے۔ (۳) ایسے ہی کتا رکھنا اگر محض اظہار زینت کے لیے ہو تو ناجائز ہے، حفاظت کے لیے ہو تو جائز ہے، اسی طرح کلب معلم کا بھی مسئلہ ہے۔

آداب شریعت میں سے یہ بھی ہے کہ اگر سواری کا جانور گندگی خور ہو تو اس کی سواری سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے، نیز ایسے جانور کا گوشت ودودھ بھی ناجائز ہے۔

اللہ ہمیں ممنوعہ چیزوں سے بچنے اور آداب شریعت کا پابند بننے کی توفیق دے۔ آمین

عبدالمبین ندوی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کا داعی اور مسلک سلف کا پاسبان

ترجمان جدید

پندرہ روزہ

نئی دہلی

جلد نمبر ۴ یکم تا ۳۱ دسمبر ۲۰۱۶ء مطابق ۳۰ صفر تا یکم ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ شمارہ ۷-۸

مدیر مسئول :
صلاح الدین مقبول احمد

مدیر: رضاء اللہ عبدالکریم مدنی　　نائب مدیر: عبدالمتین عبدالخالق ندوی

درس قرآن و درس حدیث	ادارہ	۲
اداریہ:		
رفیق گرامی مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ	مدیر	۳
مقالات:		
إخاء ستة وأربعين عاما	شیخ عبدالمعید مدنی	۷
ایک نایاب دوست کا سفر آخرت	شیخ عبدالرزاق عبدالغفار سلفی (دہلی)	۱۶
مولانا مدنی...(دیدہ و شنید کی روشنی میں)	عبدالمتین ندوی	۲۲
وادی نیپال میں سرمایہ سنت کا نگہبان	مولانا راشد حسن سلفی مبارکپوری	۲۵
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا	شیخ عبدالعظیم مدنی جھنڈانگری	۳۰
شیخ عبداللہ مدنی....شخصیت اور کارنامے	مولانا مطیع اللہ حقیق اللہ مدنی	۳۲
ایک حق گو اور بے باک عالم دین	ڈاکٹر نوراللہ خاں اثری	۳۴
آہ! مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری	سہیل انجم (وائس آف امریکہ)	۳۵
مری کتاب زیست کا ہر اک ورق گلاب ہے	عبداللہ عبدالعزیز سلفی	۳۶
الشيخ عبدالله عبدالتواب المدني	الشيخ راشد حسن المباركفوري	۳۹
جمعیت و جماعت:		
جماعتی خبریں	ادارہ	۴۳
شیخ عبداللہ مدنی جھنڈانگری۔ یک روزہ علمی سیمینار	عبدالخبیر زاہد آزاد	۴۳
برادر گرامی.......منظوم	صلاح الدین مقبول احمد منتخب نوشہروی	۴۷

بدل اشتراک

فی شمارہ : ۱۰ روپے
سالانہ : ۲۰۰ روپے
بلاد عربیہ و دیگر ممالک : ۳۵ ریال یا مساوی

رابطہ کا پتہ:

"ترجمان جدید" E-57/1 ابوالفضل انکلیو-1 جامعہ نگر اوکھلا نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵
فون نمبر: 01126940804 Email:tarjumanejadeed@gmail.com
Cont:9868605471

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

اداریہ

رفیق گرامی مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ

مدیر

متانت، سنجیدگی، خوش لباسی، خوش گفتاری، خوش فکری بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت یاروں سے وفاداری، بے گانوں سے دلداری گفتار میں نرم خو، عمل میں تیز رو اور قلم سے ذی ہوش ہر دم رواں ہر آن جواں ہر پل سرگرداں یہ اور اس جیسی بہت سی صفات کو جمع کی جائے تو اس سے بنتا ہے عبداللہ مدنی جھنڈانگری۔

۳۰۔۳۵ رسال سے زیادہ کا عرصہ تعلقات کا کم نہیں ہوتا، اس لمبے عرصہ میں جو رکھ رکھاؤ، سلیقہ اور سنجیدگی ان کے اندر دیکھی وہ اور کہیں نہیں ملی۔ اردو ادب کا اچھا ذوق رکھتے تھے اور سیکڑوں نہیں ہزاروں اشعار نئے اور پرانے شعراء کے ان کے نوک زبان پر رہتے تھے، لیکن وہ اس چیز کا اظہار ہر ایک سے نہیں کرتے تھے، اس کا پتہ جب چلتا تھا جب مقابل کوئی سخن فہم اور ادب نواز ہو۔

ان کو تعلقات بنانے انہیں استوار کرنے اور باقی رکھنے کا فن آتا تھا، طبیعت میں نفاست تھی، گفتگو بھی اسی معیار کی کرتے تھے، اپنے دوستوں سے کسی بھی بات میں مشورہ کرنے یا رائے لینے میں ان کو عار نہیں ہوتی تھی، بیسوں جلسوں میں ان کے ساتھ شرکت کا اتفاق ہوا، ہمیشہ اپنے عنوان کے تعلق سے مشورہ کرتے، یہ نہیں تھا کہ وہ بلا تیاری کے شریک جلسہ ہوتے ہوں، نہیں، پوری تیاری کرتے آیت کریمہ کا انتخاب حدیث نبوی کا نص اور کوئی تاریخی واقعہ صحابہ یا تابعین کا فقہاء یا محدثین کا ان کی تقریر کے اہم عناصر ہوا کرتے تھے، تقریر کا انداز وہ ہوتا تھا جو حضرت مولانا مختار احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہوتا تھا، "میرے بھائیو! میرے بھائیو!"، بالکل اسی انداز سے کہتے تھے جیسے حضرت مولانا کہا کرتے تھے۔ لباس میں بھی حضرت مولانا کی طرح عمدہ قیمتی مگر ہلکا پھلکا پہننے کی عادت تھی۔

ایک بار فون کیا، السلام علیکم، وعلیکم السلام، ارے بھائی کہاں ہو ہماری خبر ہی نہیں لیتے۔ نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں، فون کیا تھا آپ کا فون لگتا ہی نہیں، چلو چھوڑو، ذرا سا کام تھا۔ بولیے بولیے۔

میں ایک کپڑا بھیج رہا ہوں مہدی حسن ٹیلر کی ایک شاخ آپ کے علاقہ میں ہے میرا ناپ اس کے پاس ہے نمبر یہ ہے آپ جا کر اس کو کپڑا دے دیں عبداللہ مدنی جھنڈانگری کی صدری بنی ہے، بلا استر کے، فلاں وقت تک تیار ہو جائے۔

میں نے جا کر کپڑا دیا بات کی وہ آپ کو خوب اچھی طرح جانتا تھا کام ہو گیا۔

بلا استر کے شیروانی اور صدری پہنے یا تو حضرت مولانا مختار احمد ندوی کو دیکھا یا عبداللہ مدنی جھنڈانگری کو۔

شعر و شاعری سے لگاؤ شاید ان کو شروع ہی سے تھا، جب سے ماہنامہ "نور توحید" کا اجراء کیا برابر اپنا کلام، حمد، نعت، نظم حالات حاضرہ پر تبصرہ وفیات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

علماء وفضلاء پر اظہار خیال نظم کی صورت میں کرتے رہے۔

حماد انجم رحمہ اللہ کے بڑے قدرداں تھے، ان کا مجموعہ کلام بھی چھپا تھا، جب تک وہ زندہ رہے، رسالہ میں ان کا کلام اور ہر اجلاس میں ان کو مدعو کرنا نہیں بھولتے تھے اور خود حماد انجم رحمہ اللہ کو مولانا سے بڑی عقیدت ومحبت تھی، اللہ دونوں کی مغفرت فرمائے۔

آپ کا شعری ذوق نہایت اعلی اور نفیس تھا اور اس بارے میں وہ کسی مسلکی پابندی کے قائل نہ تھے، بیکل اتساہی جیسے شعراء سے بھی ان کی دید شنید تھی۔

علماء میں وہ سب ہی کے قدرداں تھے، لیکن جو تعلق زندگی بھر حضرت مولانا عبدالسلام رحمانی رحمہ اللہ سے تھا، شاید وہ کسی سے نہ تھا، نور توحید کے ہر شمارہ میں زندگی بھر مولانا کا ایک مضمون ضرور چھپتا تھا۔ مولانا کو ایک اچھی مناسبت سے ایوارڈ سے بھی نوازا۔

اس علاقہ میں جب کبھی جلسہ میں جانے کا اتفاق ہوا اور میں نے مولانا سے ملنے یا ان کی تیمارداری کی غرض سے جانے کا ارادہ ظاہر کیا آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ اپنی گاڑی میں چلنے کے لیے تیار ہو گئے، دو تین دفعہ حضرت مولانا عبدالسلام رحمانی رحمہ اللہ کے مکان پر ان کی علالت کے زمانہ میں جانے کا اتفاق ہوا، ہر بار آپ کے ساتھ آپ کی گاڑی میں۔

حضرت مولانا مدنی جھنڈانگری میرے علم کی حد تک واحد شخص تھے کہ میں نے ان کی زبان سے علماء کی بدگوئی، ہوٹنگ اور حقارت کے الفاظ نہیں سنے، یہاں تک کہ جو لوگ ان کے ساتھ بدسلوکی کرتے، ان کے متعلق بھی بدکلامی نہیں کرتے تھے، حالانکہ زندگی میں وہ بار بار جن حالات سے دوچار رہے اس میں اس طرح کی چیزوں کا اظہار اکثر ہو جاتا ہے لیکن ان کو نہایت محتاط، صابر اور نظر انداز کرنے والا پایا۔

حضرت مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ اس لمبے عرصہ میں کبھی احترام کے بغیر نہیں سنا گیا، حالانکہ کچھ لوگوں نے بدمزگی پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، لیکن آپ نے اس فتنہ کو اہمیت نہ دی اور رحمانی صاحب کا احترام برابر ملحوظ رکھا، حالانکہ جو مواقع اور وسائل آپ کو اللہ نے دیے تھے ان کے ہوتے کوئی دوسرا ہوتا تو ہنگامے کھڑے کرتا، بدنامیاں رسوائیاں، بدگمانیاں، بدکلامیاں وہ ہوتیں کہ لوگ تماشہ دیکھتے لیکن کبھی آپ نے ایسا موقعہ نہیں دیا کہ شیطان کو علماء کی عزت سے کھلواڑ کا موقع ملے۔

اپنے چچا حضرت مولانا عبدالوہاب ریاضی صاحب ان کے ابناء اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں سے تعلقات میں وہ توازن بنا کر رکھا کہ دوسرے لوگوں کو رشک تو رشک حسد ہونے لگے۔ حالانکہ اتنے لمبے عرصہ تک تعلقات کو بنائے رکھنا کسی کرامت سے کم نہیں۔ ڈاکٹر سعید احمد اثری صاحب، بھائی عبدالعظیم مدنی، بھائی عبدالخبیر زاہد آزاد، عبدالرقیب، عبدالنور ان کے ابناء اللہ ان کو خوش رکھے، ان حضرات نے شرافت محبت اور عقیدت کو جس طرح نبھایا وہ ایک مثال ہے۔

ان کی ساری زندگی میں عجیب طرح کا توازن تھا، وہ بات کرتے تو دھیمے انداز میں، چلتے تو بڑی متانت کے ساتھ، لکھتے تو بڑے احتیاط کے ساتھ۔ کھانے پینے رہنے سہنے ملنے جلنے میں ایک خاص قسم کا سلیقہ نمایاں تھا۔

دس سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا ایک بار راقم السطور، حضرت مولانا عبدالوہاب خلجی اور حضرت مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری صاحب یوپی کے مشہور شہر اٹاوہ میں ایک جلسہ میں شرکت کے لیے حاضر ہوئے، وہیں کے ایک مولوی کے بارے میں مجھے پتہ چلا کہ اس نے میرے بارے میں کچھ غلط باتیں کہی ہیں، مجھے اس پر بڑا غصہ تھا، میں نے اس کو اس کے گھر تلاش کروایا، نہیں ملا، پتہ چلا آگرہ چلا گیا ہے، بہر حال ہم جب واپسی کے لیے اسٹیشن پہونچے گاڑی لیٹ تھی، ہم لوگ گاڑی کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک وہ مولوی خلجی صاحب سے ملاقات کی غرض سے اسٹیشن پہونچ گیا۔ مجھے فوراً غصہ آگیا، میں نے سوٹ کیس سے پہلے وہ تحریر نکالی جو جھوٹوں مفتریوں کو ان کی اوقات بتانے کے لیے لکھی تھی اور پھر اس مولوی کا جا کے گریبان پکڑ لیا، میں نے کہا سنا ہے تم نے میرے متعلق ایسا ایسا کہا ہے؟ یہ تحریر اپنے قائدوں، باپوں کو لے جا کر دکھا اور جواب لا کر دے اگر نہیں لایا تو.............

چونکہ آواز بلند ہو گئی تھی، اسٹیشن کا معاملہ تھا، لوگ جمع ہونے لگے، حضرت مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری صاحب نے بیچ میں پڑ کر خوشامد و درامد سے اور نہایت حکمت سے معاملہ نپٹایا اور اس مولوی سے غلط بیانی پر معذرت کرنے کو کہا، اس کا کہنا تھا کہ جس نے آپ کو میرے تعلق سے یہ بات کہی ہے وہ جھوٹا ہے، میں نے ایسی بات نہیں کہی۔

راستے میں کہنے لگے یار تم تو بڑے خطرناک آدمی ہو اس بے چارے کو اسٹیشن پر مارنے لگے تھے۔ میں نے کہا میں نے اس کا ہمیشہ ساتھ دیا ہے، اپنا بچہ جان کر اس کا خیال رکھا ہے اور یہ میری عزت سے کھیلے تو کیسے برداشت ہوگا؟ کہنے لگے، پھر بھی معاف کر دو، وہ بے چارہ تو انکار کر رہا تھا۔

بہر حال آپ بڑے وسیع القلب اور عفو و درگزر کرنے والے تھے، متعدد جگہ تدریس ودعوت کی ذمہ داریاں نباہ کر جب آپ نے "مدرسہ خدیجۃ الکبری للبنات" کی ذمہ داری سنبھالی تو اتفاق سے حضرت مولانا عبدالوہاب خلجی، حضرت مولانا عبدالمتین سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی دوستی کا مضبوط سہارا مل گیا اور پھر آپ نے دن ورات ایک کر دیے ہندوستان پاکستان کے علاوہ دور دراز کے ممالک تک دوروں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اس تگڑی (مثلث) نے جماعت کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔

ان اسفار کی تفصیلات بڑی مفید اور معلومات کا خزانہ ہیں، کبھی کبھی وہ بعض یادداشتیں لکھا کرتے تھے اور دوست احباب سے شیئر بھی کرتے تھے اگر کوئی ڈائری انہوں نے لکھی ہے تو اس کی بنیاد پر ان کے مشاغل، سرگرمیاں قلم بند ہونی چاہئیں۔

سفر میں وہ اپنے ساتھ سفر کرنے والے کو کھلاتے پلاتے چلتے اور ہرگز ہم سفر کو تکلیف نہ دیتے، ٹرین کے سفر میں کئی بار ان کا ساتھ رہا، نماز کی ادائیگی وقت پر،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ساتھ میں چائے پانی کا اہتمام بھی، وہ اپنے ساتھ ہلکا پھلکا مگر عمدہ کھانے پینے کا سامان رکھا کرتے تھے۔

ابتداء میں خوب چھریرے بدن کے تھے، پھر وزن بڑھنے لگا اور شوگر کے مریض ہوگئے مگر اس سے حراساں نہ تھے، شوگر کا انجکشن خود لگاتے ہوئے میں نے انہی کو دیکھا۔ جب موبائل کا چلن شروع ہوا تو عمدہ قسم کا موبائل پہلے انہی کے پاس دیکھا، کہتے تھے ہم اکثر سفر میں رہتے ہیں اس کی وجہ سے بہت سی دشواریاں آسان ہوجاتی ہیں۔

ان کے تعلقات علماء کے علاوہ، ادیبوں، شاعروں، ججوں، وکیلوں، ڈاکٹروں اور سیاسی حضرات سے بھی تھے اور وہ سب کو ساتھ لے کر چلتے تھے۔ جب انھوں نے مسلم کمیونٹی ہال بنایا تو متعدد سیمینار اس میں کرائے، صحافت اور نشہ خوری پر تو ان کے سیمینار بہت کامیاب رہے۔

ادب کا عمدہ ذوق رکھنے کے سبب بات سے بات پیدا کرنا اور الفاظ سے کھیلنا اور سامنے والے کو تھوڑی دیر کے لیے مبہوت کردینا ان کو خوب آتا تھا۔ لطیفے چٹکلے جب سنانے پہ آتے تو جھڑی لگا دیتے، عربی اور اردو دونوں کا فکاہی ادب انہوں نے خوب پڑھا تھا۔ ان کے دوسرے دوست حضرت مولانا عبدالمتین سلفی صاحب بھی جب موڈ میں ہوتے تو خوب لطیفے سناتے اور محفل کو قہقہہ زار بنا دیتے، لیکن یہ سب صرف یاروں کی محفل میں ہوتا تھا۔ مدینہ طیبہ میں طالب علمی کے زمانہ کے ان کے بہت سے لطیفے مشہور ہیں۔

پیس ٹی وی اور ذی سلام پر پروگرام پیش کرنے کے لیے جب میں نے ان کا نام دیا اور ان کو مطلع کیا کہ عنقریب یہاں سے کوئی آپ سے رابطہ کرے گا، تو کہنے لگے دیکھا جائے گا۔ پھر دونوں چینلوں پر ان کے پروگرام خوب نشر ہوئے اور لوگوں نے ان کو خوب سراہا۔ درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، صحافت و قلم کاری میں وہ اپنی فطری سنجیدگی اور وسیع علم کے سبب خوب کامیاب رہے۔

مرکز التوحید، ماہنامہ نور توحید، مدرسہ خدیجۃ الکبری، ہامر وسوغات، جمعیت اہل حدیث نیپال، مسلم کمیونٹی ہال ان کی جدوجہد اور مساعی جمیلہ کی روشن مثالیں ہیں۔

وفات سے ایک ماہ قبل وہ دہلی تشریف لائے تھے، جامعہ ملیہ کے مہمان خانے میں قیام تھا، بھائی عبدالعظیم نے بتایا بھیا آپ کو یاد کر رہے تھے، میں نے کہا میں خود ان کو ڈھونڈ رہا تھا، ملاقات ہی نہیں ہوئی، کمرہ نمبر وغیرہ بتایا، کسی طرح ان تک پہونچا بعد میں میں خلجی صاحب بھی آگئے اور تقریبا دو گھنٹے تک بات چیت کا سلسلہ چلتا رہا، جس میں دعوت و تبلیغ، علماء و دعاۃ، ملکی حالات اور ملی مسائل پر خوب کھل کر بات چیت رہی، کئی لطیفے اس ملاقات میں بھی سنائے، جس میں سے ایک میں نے اپنی آنے والی کتاب میں بھی دیا ہے۔

میری نئی کتاب ''وہابیت کی تلاش'' پر تقریظ لکھنے کا وعدہ کیا، جلد ہی دہلی آؤں گا، آپ کے گھر بھی آنا ہے وہیں لکھوں گا لیکن وعدہ کرو بھابی کے ساتھ نیپال آؤ گے، بہت دن ہوگئے آپ آئے نہیں۔

یہ ملاقات آخری ملاقات ہوگی اندازہ نہ تھا۔ عبداللہ مدنی جیسے بے ضرر وفا شعار یاروں کے یار، سنجیدہ قلم کار، شاعر، داعی، مصنف اور تجربہ کار ساتھی اور عالم کا بچھڑ جانا معمولی حادثہ نہیں ہے، کم سے کم میری زندگی میں اب کوئی دوسرا عبداللہ مدنی پیدا نہ ہوگا۔ دل غم سے چور ہے مگر رب کریم، خالق و حکیم کے فیصلہ پر سوائے لبیک کہنے اور رضاء بقضاء رہنے کے چارہ نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ وأکرم نزلہ ووسع مدخلہ.

☆☆☆

محسن جماعت کی رحلت

جماعت حقہ اہل حدیث ہندوستان میں اب تک ہمیشہ غربت اور قلت میں رہی اور اس سبب سے اس کے افراد کو مصائب و آلام کا شکار بھی بنایا گیا اور اس کی دعوت کو روکنے بند کرنے اور بدنام کرنے کے لیے مدعیان اسلام نے کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن یہ بات باعث اطمینان ہے کہ اللہ تعالی نے جماعت کی مدد و نصرت اس کے استحقاق سے زیادہ ہی کی ہے۔

بہت سے علماء کو اس کی طرف ہدایت دی، بہت سے ذی شعور افراد کو اس کا گرویدہ بنایا اور کبھی ایسے لوگوں کو اس کی محبت سے آشنا کردیا جو مخلص تھے اور دین کی خدمت کو اپنے لیے سعادت اور کامیابی سمجھتے تھے۔

پچھلے دنوں الحاج بھائی عبدالقیوم بن سلیمان کوڈیا (لکڑاوالا) معمولی علالت کے بعد اچانک رخت سفر باندھ کر بڑی عجلت میں ہم سے رخصت ہوگئے۔ یہ حادثہ جماعت، اہل علم اور دعوت و تبلیغ کے میدان میں سرگرم افراد کے لیے اتنا غیر متوقع تھا کہ یقین کرنا دشوار ہوگیا۔

ان کی تفصیلی زندگی پر تو وہ حضرات لکھیں گے جنہوں نے ان کے ساتھ کافی وقت گزارا۔ مثلاً ڈاکٹر عبدالعلی صاحب، شیخ عبدالسلام سلفی صاحب ممبئی، حضرت مولانا عبدالجلیل مکی صاحب، حضرت مولانا عبدالحکیم مدنی صاحب، حضرت مولانا فیض الحسن صاحب حضرت مولانا اسعد اعظمی صاحب حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرحمن پریوائی صاحب، حضرت مولانا ارشد مختار محمدی صاحب حفظہم اللہ تعالی۔

میری تو ان سے صرف چند ملاقاتیں رہیں، وہ بھی ان کے آخری دور میں، میں ممبئی ایک دینی اجلاس میں حاضری کے مقصد سے حاضر ہوا تھا، ساتھ میں ایک اور بھی مقصد تھا بدایوں میں ایک دینی ادارے کا قیام، ''إعداد الائمہ والخطباء'' اس مقصد کو لے کر حضرت مولانا ارشد مختار حفظہ اللہ کی خدمت میں ان کے آفس میں حاضری ہوئی، مقصد رکھا مقصد کی اہمیت کا ادراک ان کو پہلے سے تھا۔ اتفاق کیا اور پھر فون کر کے بھائی عبدالقیوم صاحب کو اپنے آفس میں بلوایا، تعارف کرایا۔ انہوں نے بھی مقصد سے اتفاق کیا، کچھ اور باتیں بھی ہوئیں، مغرب بعد جامعہ مسجد اہل حدیث مومن پورہ میں میرا بیان تھا اس میں بھی حاضر ہوئے، حضرت مولانا عبدالجلیل مکی نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ان سے مزید تعارف کرایا، دوسرے دن ان کی آفس میں حاضری ہوئی، تراث سلف کی نشرواشاعت کتب ستہ پر حاشیہ و دیگر بہت سارے کام جو اسی مقصد سے متعلق تھے بتائے، میں نے حضرت مولانا عبدالجلیل سامرودی کی کتاب ''الباعث الحثیث'' کا ذکر کیا ان کو اس بارے میں پہلے سے معلومات تھیں کہنے لگے جلدی ترجمہ کر کے دو تاکہ اس کو چھاپا جاسکے، ایک عدد فوٹو اسی کتاب کا فراہم کیا درمیان میں بار بار تقاضا کرتے رہے۔لیکن میری مشغولیت ''وہابیت کی تلاش'' کے سبب مجھے اجازت نہ دیتی تھی کہ اس طرف پوری توجہ دوں۔ کچھ دنوں بعد پھر ممبئی حاضری ہوئی ان کو پتہ چلا اپنا تقاضا دہرایا، میں نے کہا ترجمہ کا کام سست رفتاری سے جاری ہے البتہ مولانا سامرودی صاحب کی دوسری کتاب جو ایصال ثواب کے موضوع پر ہے اور مولانا محمد صاحب جوناگڑھی کی کتاب ''سراج محمدی'' جو تاریخ اہل حدیث کے نام سے موسوم ہے اس پر کام ہورہا ہے، کہا جلدی سے تیار کر کے دو تاکہ چھپوائی جاسکے۔

کہتے تھے مولانا! زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، سوچتا ہوں جو کام ہوسکے کر جاؤں۔

جو تڑپ جو ولولہ جو لگن اور سچی محبت ان کو اپنے مسلک اور کتب سلف سے تھی لاکھوں میں سے کسی ایک کو پیدا ہوتی ہے۔اپنی آرزو کی تکمیل کے لیے انھوں نے ڈاکٹر عبدالعلی صاحب حفظہ اللہ کو اپنا مشیر بنایا ہوا تھا۔پھر متعدد علماء کرام سے ان کے تعلقات تھے اور خاص یہی مقصد تھا اس بارے میں وہ خرچ بھی کرتے تھے اور کام کے راستے میں جو رکاوٹیں آتی تھیں، ان کو دور کرنے کی بھرپور کوشش بھی کرتے تھے۔ ''مشکوۃ المصابیح'' کی صحیح احادیث کا ترجمہ، ''شعب الایمان''، ''بیہقی'' کا ترجمہ بڑی آب وتاب سے چھاپ کر علماء وخطباء تک پہونچایا۔

حضرت مولانا عبدالجلیل سامرودی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکاۃ شریف کی ایک مختصر شرح لکھی تھی جو مدت سے مولانا کے معتقدین کے درمیان گشت کر رہی تھی، آپ نے مشہور محقق محمد عزیر شمس (مکہ مکرمہ)، ڈاکٹر عبدالعلی ازہری (لندن) اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن پریوائی (ریاض) حفظہم اللہ سے کام کرا کر نہایت آب وتاب سے شائع کرایا۔فللّٰہ الحمد۔ اس کے علاوہ بھی متعدد علمی کام مختلف علماء کے ذریعہ جاری تھے کہ اللہ رب العزت کی طرف سے بلاوہ آگیا اور آپ معمولی علالت کے بعد ملک بقا کو کوچ کر گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی وفات جماعت کے لیے ایک مخیر، منتظم، مدبر، غیرت مند، بیدار مغز اور محسن کی موت ہے۔اللہ تعالی آپ کے حسنات کو قبول فرمائے، جماعت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے اور جو کام آپ نے شروع کیا تھا اللہ تعالی اس کو جاری رکھے اور آپ کے لیے اس کو صدقہ جاریہ بنائے، ہم کو اور آپ کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کی نیک آرزوؤں کی تکمیل کا حوصلہ دے۔آمین

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه وأكرم نزله ووسع مدخله.

رہے نام اللہ کا

☆☆☆

(ص:۳۵/ کا بقیہ) نیپال کے متعدد سیاست دانوں سے بھی ان کے بہت گہرے مراسم رہے۔ان کے یہاں منعقد ہونے والے اکثر پروگراموں میں وہاں کے سیاست داں بھی شریک ہوتے۔اس کے علاوہ نیپال کی علمی شخصیات سے بھی ان کا تعلق رہا۔متعدد سینئر وکلا اور جج حضرات سے بھی ان کا دوستانہ تھا۔خاص طور پر سپریم کورٹ آف نیپال کے جج طاہر علی انصاری سے ان کے بے حد قریبی مراسم رہے۔ وہ ان کے ادارے میں ہونے والے پروگراموں میں اکثر و بیشتر شرکت کرتے۔ایک بار ایک ہند نیپال سمینار میں دہلی سے خاکسار نے بھی جج صاحب کے ساتھ شرکت کی سعادت حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ بھی ان کے سالانہ پروگراموں اور وقتاً فوقتاً ہونے والے سمیناروں میں راقم شریک ہوتا رہا ہے۔ صحافت کے سلسلے میں انھوں نے کئی سمینار کیے تھے۔ایسے پروگراموں کے بارے میں وہ مجھ سے ضرور مشورہ کرتے۔ دہلی، لکھنؤ، ممبئی، بنارس اور دوسرے شہروں کے اسکالروں کو بلاتے اور ان کے خیالات سے اہل نیپال کو واقف کراتے۔ابھی پچھلے سال مولانا عبدالسلام رحمانی کے انتقال کے بعد انھوں نے جو سمینار کیا تھا اس میں میں نے بھی بحیثیت مقالہ نگار شرکت کی تھی۔ وہ ایک عالم دین اور صحافی ہی نہیں تھے بلکہ ایک بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ حامد سراجی ان کا تخلص تھا۔ ان کا کلام بعض اوقات ملی رسائل میں شائع ہوتا۔ ویسے وہ رسائل وجرائد میں کلام کی اشاعت میں دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ ہاں ان کے اپنے رسالہ نور توحید میں ان کا کلام برابر شائع ہوتا رہا ہے۔نور توحید میں شائع ہونے والے اداریوں کو انھوں نے ترتیب دیا تھا جس پر میں نے بھی ایک مضمون قلمبند کیا تھا۔لیکن افسوس وہ مجموعہ جس کا نام ''شعور وآگہی'' تھا ابھی تک منظر عام پر نہیں آسکا ہے۔ ان کے ادارے میں ان کے بھائی زاہد آزاد کے زیر اہتمام اکثر و بیشتر مشاروں اور شعری نشستوں کا بھی اہتمام کیا جاتا رہا ہے جن میں بالخصوص اس علاقے کے شعرا شرکت کرتے رہے ہیں۔

ان کے خاندان سے ہمارے خاندانی روابط رہے ہیں۔ انھوں نے میرے بڑے بھائی حماد انجم کا ایک شعری مجموعہ ''خوشۂ کشت حرم'' اور میری کتاب ''میڈیا روپ بہروپ'' کا ہندی ترجمہ اپنے ادارے سے شائع کیا تھا۔ میری گزارش پر انھوں نے نومبر میں جاری کیے جانے والے مولانا ثناء اللہ امرتسری یادگار مجلّہ کے لیے ایک مضمون تحریر کیا تھا۔ انھوں نے میری خاکوں کی کتاب ''نقش برآب'' پر جلد ہی کچھ تحریر کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ ایسی بہت سی باتیں ہیں جو یاد آ کر تڑپا رہی ہیں۔ لیکن اب ان کی یادوں کے علاوہ ہم لوگوں کے پاس کیا ہے۔ اللہ ان کی لغزشوں کو درگزر کرے اور ان کے درجات بلند کرے۔ آمین۔

☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مقالات:

اِخاءستہ وأربعین عاما

شیخ عبدالمعید مدنی

مولانا عبداللہ مدنی (۱۹۵۵-۲۰۱۵ء) ۲۲ر دسمبر بروز منگل صبح دس بجے حرکت قلب بند ہوجانے سے فوت ہوگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ موت کی خبر ملی تو یہ خیال آیا ان کے بعد میرے لیے یہ دنیا کیسی رہے گی؟ ان کی موت میرے لئے ایک دلدوز ذاتی سانحہ ہے۔ ہم کیا؟ اور ہماری حیثیت کیا؟ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ اتھل پتھل کی شکار میری زندگی میں وہ ہمارے ساتھ اس وقت بھی کھڑے رہے جب ساری دنیا نے مجھے (لامساس) بناڈالا تھا۔ لوگوں کو تلقین کی جاتی تھی کہ ان سے مت ملنا۔ ان کے پیچھے انٹیلیجنس لگی ہے جاؤ گے تو دھر لیے جاؤ گے۔ لوگ میرے سائے سے کتراتے تھے، اس حالت میں انہوں نے اپنے عزیز بھائی عبدالخبیر سلمہ اللہ کو علی گڑھ بھیجا کہ ڈھارس بندھائیں اور خیر خیریت لیں اور جب گرمی کی تعطیل میں بچوں کے ساتھ بسکو ہر بازار اپنے گھر چھٹی گذارنے گیا تو ان کے والدین اور ان کے گھر کے کئی لوگ میری خیر وعافیت دریافت کرنے آئے۔ ایسی عظیم اپنائیت اور محبت کا ثبوت دیا سدھارتھ نگر اور بلرامپور کے خاندان اول اور اسکے سربراہ مولانا عبداللہ نے۔ اللہ ان کو اور ان کے اباجان کو غریق رحمت کرے۔

میں بیچارہ اجنبیت کے صحرا میں تنہا کھڑا تھا۔ شناساؤں کی بھیڑ تھی، مگر غم کے میلے ہر طرف لگے تھے۔ ہر طرف سناٹا تھا، اجنبیت تھی، کوئی کسی کو نہیں جانتا تھا، اس وحشت بھرے سناٹے میں انہوں نے اپنائیت کا ثبوت دیا۔ میرا جرم کیا تھا؟ مجرموں کی بداندیشی اور سازش، مطلب پرستوں کا نفاق۔ نہ شکوہ نہ شکایت۔ رب العالمین کا فرمان کافی ہے وکفی باللہ حسیبا۔

زندگی کی دوڑ میں مفادات کے بندے جلد ہانپ جاتے ہیں۔ قدم قدم پر مفادات ان کا دامن تھام لیتے ہیں، لیکن جو لوگ مفادات سے اوپر اٹھ کر سوچتے ہیں وہ مصاف حیات میں آخری لمحات تک دوسروں کا بوجھ اٹھانے کی سکت رکھتے ہیں اور انھیں ثبات قدمی عطا ہوتی ہے۔ اور مفادات سے اوپر اٹھنا آسان نہیں ہے۔ انسان مفادات کا اسیر بن کر زندگی گذار دیتا ہے اور کبھی رعنائی اس کی زندگی میں آتی ہی نہیں۔ جن لوگوں کو اچھی دینی تربیت ملتی ہے وہی خود پرستی اور مفاد پرستی سے نجات پاتے ہیں۔ مولانا عبداللہ مدنی نے خانوادہ زکریا میں آنکھ کھولی، دینی گھرانہ دینی ماحول ملا، دادا کی انابت اور اباجان کی بصیرت نے ان کی تعمیر سیرت کی۔

دراصل خانوادہ زکریا کچھ ایسے خصائص کا حامل رہا ہے کہ اسے اپنے دیار میں خاندانِ اول کی حیثیت حاصل ہے۔ اک فقیر بے نوا نے جھنڈا نگر میں ایک صدی پہلے قدم رکھا اور علم وعبادت کے در سے وابستگی اختیار کرلی اور اس کی یہی پہچان بن گئی اور دیکھتے دیکھتے ایک بڑا کنبہ آباد ہوگیا۔ وضع داری، مہمان نوازی اور وفاداری اس کی سرشت میں داخل ہوگئی۔ علماء اور وجہاء کے لیے کا یہ گھرانہ مرکز توجہ بن گیا اور باہمی وحدت والفت اس کی طاقت۔ اہل علم اور علماء وصلحاء سے اس کے روابط بہ تسلسل قائم ہیں۔ وضع داری، وفاداری اور مہمان نوازی جس جگہ ہوتی ہے لوگوں کے لئے بڑی پرکشش ہوتی ہے۔ یہ چیزیں اس خانوادے کی عزت کا باعث تھیں اور ہیں۔ اور جوان خصائص کے حامل ہوتے ہیں، ان کی زندگی لوگوں کے لئے کھلی ہوتی ہے اور ان کی افادیت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس افادے میں بانکپن ہوتی ہے۔ خاموش محبت ہوتی ہے۔ نہ دکھاوا، نہ شور، نہ ہنگامہ، لیکن اس دور سنگ دلی میں مہمان نواز بننا، وفادار بننا، اور وضع دار بننا آسان نہیں ہے۔ بڑا جوکھم کام ہے اور محض گھاٹے کا سودا ہے۔ نفاق کے دور میں علم اخلاق سب سامان سوداگری بنا لئے گئے ہیں۔ لیکن جن کی شناخت وفاداری، وضع داری اور مہمان نوازی ہو انھیں گھاٹے کی پرواکہاں ہوتی ہے۔

مولانا مدنی خانوادہ زکریا کے فرد ممتاز تھے اور اس کی ساری دینی روایتوں کے امین۔ اس امانت کا حق بھی انہوں نے خوب ادا کیا۔ آدمی جب کسی کام کا بوجھ اٹھالیتا ہے تو احساس ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ انہوں نے وفاداری بھی کی، وضع داری بھی نبھائی اور مہمان نوازی کا حق بھی ادا کیا۔ وضع داری انہوں نے اس طرح نبھائی کہ جو بھی ان سے ملا اس نے جانا کہ وہ اس کے ہیں۔ امیر غریب، مسلم غیر مسلم، چھوٹا بڑا، عالم جاہل، مرد عورت ہر ایک کے ساتھ انہوں نے وضع داری قائم رکھی۔ وضع داری میں شرافت، احترام انسانیت، تواضع، لوگوں کے جذبات کا لحاظ خاص چیزیں ہوتی ہیں۔ وضع داری سے اعتبار اور اعتماد قائم ہوجاتا ہے، وضع دار انسان دلوں کو جیت لیتا ہے۔ وضع داری کے سبب خانوادہ زکریا نے جی بھر کے دلوں کو جیتا ہے اور خاص کر مولانا عبداللہ مدنی نے۔ وضع دار انسان کو زندگی گذارنے کا سلیقہ آتا ہے، اس کی واقعاتی حسیت بڑھ جاتی ہے وہ اپنے ناک نقشے کو بھی سنوار لیتا ہے اور اپنی ظاہری ہیئت کو بھی زیبا بنالیتا ہے اور اپنے طور طریقوں کو شائستہ اور مہذب بنالیتا ہے اور لوگوں کے جذبات کا احترام کرنا سیکھ لیتا ہے، اس طرح اس کا ایک معیار حیات بن جاتا ہے۔ جس میں وقار اور شائستگی پائی جاتی ہے۔ عموماً خانوادہ زکریا اس وضع داری کا حامل ہے۔ ایک وضع دار انسان تعلق قائم کرنا بھی جانتا ہے اور تعلقات کو نبھانا بھی جانتا ہے۔ شریف انسانوں اور شرافت کی راہ پر چلنے والوں اور سماجی زندگی گذارنے والوں کے لیے یہ وضع داری ضروری ہے۔ ایسے لوگوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وضع داری میں بڑی جان ہوتی ہے اور ایسی وضع داری بڑی لبھانے والی ہوتی ہے۔ یہ اسلامیں رواداری بھی ہے اور اسلامی وضع داری بھی۔ یہی وضع داری مسلم شرفاء، پڑھے لکھے مسلم گھرانوں اور خانوادوں کی پہچان تھی۔ اگر یہ پہچان بن جائے تو زندگی نکھر جائے۔ یہ دراصل اسلامی اخلاق کی ایک خانوادے پر حکمرانی کی دلیل ہوتی ہے۔ وضع داری اور رکھ رکھاؤ اگر کسی جگہ ہے تو یہ طے ہوتا ہے وہاں اعتبار بھی ہے اور بھروسہ بھی ہے، وضع دار انسان آخری حد تک بھروسہ قائم رکھتا ہے اور اعتبار کو ٹوٹنے نہیں دیتا ہے۔

وضع داری کے ساتھ وفاداری جڑی ہوتی ہے۔ جہاں وضع داری ہوتی ہے وہاں وفاداری بھی ہوتی ہے۔ وفاداری کیا ہے؟ عہد و پیمان کی بھی وفاداری ہوتی ہے، قول وقرار کی وفاداری ہوتی ہے۔ رشتہ وتعلقات نبھانے کی وفاداری ہوتی ہے۔ پائدار وضع داری ان ساری وفاداریوں کو نبھاتی ہے اور انھیں اپنے ساتھ لے کر چلتی ہے، وفاداری اتنی پاکیزہ اور روح پرور شے ہوتی ہے کہ بے وفائی، دھوکہ، بے حسی چالاکی فریب، اکاذیب، تمسخر، اذیت رسانی کی خواہش نقصان پہنچنے پہنچانے کی تمنا اور خواہش، بغض حسد اور نفرت اس کے قریب نہیں پھٹکتی۔ وفاداری ایک مردانہ وصف ہے باکردار لوگوں اور مضبوط شخصیت کے لوگ ہی اس کے متحمل ہوسکتے ہیں۔ جن کی زندگیوں میں جینے کھانے اور کمانے کے سوا دوسرا کوئی خانہ نہیں ہے انھیں وضع داری وفاداری اور مہمان نوازی کے رموز سے متعلق آگہی نہیں حاصل ہوسکتی۔ نہ زندگی کے یہ حسین عناوین ان کے لیے باعث کشش ہوسکتے ہیں۔

مجھے تفصیل معلوم ہے کہ اس خانوادے نے وضعداری اور وفاداری کے اعلی معیار پر خود کو قائم کیا ہے اور اس بے وفائی کے دور میں وہ ساری وفاداریاں اس سے منسوب ہیں جو مطلوب ہیں اور مولانا عبداللہ مدنی اس باب میں ممتاز تھے۔ ۴۶ سالہ تعلقات کے وقفے میں ہم نے ان کی وضع داری بھی دیکھی ہے اور لطف اٹھایا ہے اور ان کی وفاداری بھی دیکھی ہے اور دل ودماغ کے لئے فرحت کا سامان پایا ہے۔ ہمارے خلاف ہمیشہ بدگمانیوں کی گرد اٹھائی جاتی رہتی ہے اور ہمیشہ میرا ہر طرح استحصال ہوتا رہا اور استحصالیوں ہی نے ہمیں ہمیشہ قابل گردن زدنی قرار دیا، ہمیں کبھی اس کی پروا بھی نہیں رہی، سب کے حوصلے ہم نے دیکھے ہیں۔ لوگوں کی سمجھ بھی دیکھی ہے اور کس میں کتنا دم ہے وہ بھی دیکھا ہے۔ اپنے حلقے کے بڑے مشہور پڑھے لکھے محقق اور دانشور بننے والوں کو دیکھا ہے اکثر فکر وکردار میں بازاریت کی سطح سے اوپر نہیں اٹھتے۔ یا پھر مغفل ہیں یا سازش، نفاق اور جھوٹ کی زندگی گذارتے ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جو لائق احترام ہیں اور جن کے کردار میں دم ہے اور اس سے زیادہ کم ہیں جن کی کوئی فکر ہے۔ ایک مسلمان کی پہچان کردار سے بنتی ہے یا فکر وفہم اور بصیرت سے۔ معدودے ہوں گے جن کو مضبوط کردار ملا ہو اور فکر وفہم اور بصیرت سے نوازے گئے ہوں۔

یہ ہمارے لیے سعادت مندی کی بات تھی اور وجہ سکون وتسلی بھی کہ زکریا خانوادے نے ہمیں ہمیشہ اپنی وضع داریوں سے نوازا اور ان کی وفا بھی ہمارے ساتھ رہی اور خاص کر مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ کی۔

مہمان نوازی مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ کی ایک خاص پہچان تھی۔ مہمان نوازی آج زندگی میں صرف تاوان ہے اور خودغرضی کی دنیا میں جس طرح دیگر اقدار دین لوگوں کے لئے بوجھ بن گئے ہیں، اسی طرح مہمان نوازی بھی بوجھ بن گئی ہے۔ لیکن دین کے پاسدار دینی ذمہ داری کی حیثیت سے اسے گلے لگائے ہوئے ہیں۔ میاں زکریا کا خانوادہ اس خوبی کو بھی اپنی شناخت بنائے ہوئے ہے اور ایک عالم اس پر گواہ ہے۔ ہر وہ شخص جس کا تعلق اس گھرانے سے کسی معنی میں ہے اس کی گواہی ضرور دے گا۔ اس دور میں شاذ و نادر ایسے گھرانے ملیں گے جو اسلامی ضیافت کا حق ادا کرتے ہوں۔ ضیافت جب خوش دلی سے ہو اور شرح صدر کے ساتھ تو مہمان اور میزبان دونوں کو دلی راحت میسر ہوتی ہے اور اگر اس میں آزردہ خاطری شامل ہو اور بوجھ ٹالنے والی بات ہو تو پھر ضیافت تاوان میں بدل جاتی ہے۔

صحیح طرح اسلامی تعلیمات کو اپنا کر ایک عام انسان بھی پرکشش بن جاتا ہے لیکن جب اسے وجہ اکتساب بنالیا جائے اور دینی تعلیمات کی ساری سودمندیوں سے آنکھیں پھیر لی جائیں تو صرف خلا ہی خلا رہ جاتا ہے۔ آج یہی خلا ہے جو ہر طرف دکھلائی دیتا ہے۔ مولانا عبداللہ مدنی عام رجحان کے برعکس اقدار اسلامی کو گلے لگا کر اسلامی زندگی گذارنے کا یارا رکھتے تھے۔ یہ مشاہدے اور تجربے کی بات ہے کہ انہوں نے ایک عفت اور استغنا بھری زندگی گذاری ہے۔ سطروں اور صفحات کو گن کر کمانے والے یا بندھوا مزدوروں کی طرح کولھو کے بیل کی طرح دوسروں کا علمی کام کرنے والے کبھی شگفتہ اور شاداب زندگی نہیں گذار سکتے، نہ ان کے فکر وخیال میں وسعت آسکتی ہے نہ ان کا کوئی کردار بن سکتا ہے۔ اسی طرح مشروعات کے سائے میں عیش ومستی کی زندگی گذارنے والے کبھی باکردار نہیں ہوسکتے ان کا سارا کام صرف فریب کا ہوتا ہے اور خیانتوں کے ارتکاب کی بناء پر ان کے سارے اعمال حبط ہوسکتے ہیں۔ مولانا مدنی رحمہ اللہ نے بھی ادارہ چلایا اور مشروعات لائے لیکن امانت کے پیسوں سے خود کو دور رکھا اور زندگی آٹھ بچوں کے ساتھ ایک روم میں کاٹ دی۔ انتقال سے چند سال قبل اپنے مدرسے کے قریب ۱۴ فٹ فرنٹ کی ایک چھوٹی سی زمین خریدی اور ادھار پیسے لے کر مکان بنایا اور دو بیٹیوں اور بیٹوں کی شادی کی۔

آج کی لالچ بھری دنیا میں استغنا اور عفاف کی زندگی گذارنا انتہائی کٹھن کام ہے، ایسی زندگی گذار لینا کانٹوں کی راہ پر چلنا ہے، آج تو کسی سے یافت کی فقط امید میں انسان لومڑی بن جاتا ہے اور توقع پوری نہ ہو تو سانپ بن جاتا ہے اور توقع پوری ہو جائے تو بھیڑیا بن جاتا ہے اور محسن ہی کو چیر پھاڑ ڈالنے کا جتن کرنے لگتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے والعیاذ باللہ۔

مولانا عبداللہ مدنی کی پوری زندگی کا عنوان تھا، عفاف، استغنا، پاکیزگی اور شائستگی۔ ایسی معتبر زندگی کہ بڑی دولت والے بھی اس پر رشک کریں، رہن سہن پہناوا نشست و برخاست سب باوقار، گھر باہر ہر جگہ وقار اعتبار اور حسن ورعنائی ہم عنان، جو بھی دیکھ لے وجاہت سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہ سکے۔ کسی بھی سوسائٹی میں احترام اور عزت پانے کے اہل اور عملا ایسا ہوا بھی جہاں بھی گئے اپنے بڑکپن کو قائم رکھا۔ اپنے ہم عصروں میں میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ کوئی ان کی مانند شائستہ، خوش پوش، خوش مزاج، وضع دار، وفادار اور مہمان نواز ہو۔ انہوں نے اپنی حیثیت وجاہت، تعلقات اور رسوخ کو تجارت کی چیز نہیں بنایا۔ نہ لوگوں کو مشروعاتی وعدوں کا نخچیر بنا کر اپنی آفس کا طواف کرانے کا رعب پالا۔ نہ سیاسی بازی گری کی اور نہ سیاست کی کچی پکی کھچڑی پکائی اور نہ لائن لگوائی جیسا کہ دوسرے پھکڑوں نے دین ومسلک فروشی کا کام کیا اور جھوٹی زندگی گذارنے کو اپنا کمال جانا اور جب خیرات کے پیسوں میں خیانت کر کے کروڑ پتی بن گئے تو ابلیسی سیاست کی گندگی میں گلے تک اتر گئے۔

انھیں جس طرح گھرانے کا تعاون حاصل تھا، جس انداز سے وہ پورے خاندان کو ساتھ لے کر چلتے تھے، ہر خوشی غم میں سارا خاندان شریک رہتا تھا اور جس طرح پورے خاندان کی دین پسندی اور دین سے وابستگی قائم ہے قابل رشک ہے عام بات ہے کہ اب تو اولاد کہے میں نہیں ہے ایک خاندان پر دینی رنگ نکھار کر رکھنا بڑی بات ہے۔

مولانا عبداللہ مدنی اپنی وضع داری اور رکھ رکھاؤ کی بنیاد پر وجاہت کے مالک تھے۔ خود ان کی پرسنالٹی بھی ایسی وجیہ تھی کہ ہر طبقے میں وہ بارسوخ اور بااثر بن جاتے تھے، سیاسی حلقے، ادبی حلقے، دینی حلقے اور صحافتی حلقے میں ان کی پہنچ تھی اور ہر طبقے کے لوگوں سے تعلقات رکھتے تھے اور تعلقات کو استوار رکھنے کا انھیں اچھا سلیقہ ملا تھا۔ ہر طبقے سے تعلق رکھنا اور ان پر اثر انداز ہونا آسان کام نہیں ہے۔

ان متنوع تعلقات کو برابر برقرار اور استوار رکھنا مشکل بھی ہے اور قربانی طلب بھی ہے۔ اگر تعلقات کو اعلیٰ معیار پر قائم رکھنا ہو تو مشکلات بڑھ جاتی ہیں اور قربانی کا مطالبہ بھی شدید اور مہنگا ہوتا ہے۔ میں نے مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ کو تعلقات بناتے، تعلقات استوار کرتے، تعلقات برقرار رکھتے اور معیاری سطح پر انھیں رکھتے برسہا برس دیکھا ہے۔ قابل رشک بات یہ ہے کہ یہ تعلقات خلوص محبت اپنائیت اور احترام کی بنیاد پر ہوتے تھے۔ ان تعلقات کو انہوں نے غرض مندی سے کبھی ملوث نہیں کیا۔ مجھے ان کے سیاستدانوں، صحافیوں، ادیبوں، علماء اور شرفاء سے تعلقات کی خبر ہے اور ان سے تعلقات نبھانے کی بھی خبر ہے اور مجھے ان کے ساتھ ان کی وضع داری کا بھی پتہ ہے اور ان کے ساتھ رسم وفاداری نبھانے کی بھی خبر ہے۔ ان کی عزت وتوقیر کرنے کی خوبصورت اداؤں سے بھی آگاہی ہے۔ کسی کی حیات کی واقعات شماری اگر رنگ آمیزی نہ ہوتی، پرسنلائزیشن میں نہ آتی اور مبالغہ پسندی میں شمار نہ ہوتی تو مولانا مرحوم کے متعلق واقعات کا ڈھیر لگ سکتا تھا۔ زندگی کے وہ خصائص جو دین پسندی اور اصول پسندی کی بنیاد پر کسی سے وابستہ ہوتے ہیں ان کو نقوش زندگی کی حیثیت سے ابھارنا اور زندگی کے لیے مشعل راہ بنانا ہی سیر وسوانح میں اصل ہے۔ کسی بڑے چھوٹے کے انتقال کے بعد مدلل مداحی کرنا اور خلد آشیاں بنانا تذکرہ نگاروں کا شیوہ بنتا جارہا ہے یہ دراصل شہادت زور کے ضمن میں آتا ہے۔

مولانا نے سماجی تعلیمی دعوتی اور صحافتی زندگی گذاری ہے۔ ایک عالم اگر بھرپور زندگی گذارتا ہے تو وہ سماجی زندگی ضرور گذارتا ہے۔ سماجی زندگی میں وہ اپنے ناصحانہ رویوں سے انسانوں کو بہت کچھ دے سکتا ہے۔ وہ خوشیاں بانٹ سکتا ہے، دلوں کو راحت اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا سکتا ہے۔ غریبوں کے دکھ کا مداوا، زخم کا مرہم اور شکم کے لیے غذا فراہم کرسکتا ہے، تن کے لئے کپڑے اور ضرورت کے سامان مہیا کرسکتا ہے، جھگڑوں کا نپٹارا کرسکتا ہے۔ دکھ بانٹ سکتا ہے اور خوشی دے سکتا ہے مولانا نے بساط بھر یہ سارے کام کئے اور بائی چانس نہیں بلکہ ان کی زندگی کے منصوبوں میں یہ ساری چیزیں داخل تھیں اور پوری زندگی یہ کام بساط بھر کرتے رہے۔ ان کے سوشل ورک میں انکا مستوصف، کمیونٹی ہال اور دیگر رفاہی کام ہیں۔

تعلیمی کاموں کا انہوں نے بیڑا بڑے پیمانے پر اٹھایا تھا، اگر ملک کے سیاسی حالات نہ بگڑتے اور ان کے ساتھ کام کرنے والوں کی ایک ٹیم ہوتی تو ان کا ادارہ نیپال کا سب سے بڑا ادارہ ہوتا۔ انہوں نے نیپال میں کئی ایسے کام کئے جن کو اولیت حاصل ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے ''نور توحید'' دینی ماہنامہ نکالا، جو تین دہوں سے برابر نکل رہا ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے انگلش میڈیم اسکول کھولا، ''مدرسہ خدیجۃ الکبری'' کھولا اور مسلم طالبات کو دینی عربی تعلیم دلانے کا انتظام کیا۔ جھنڈانگر قصبے سے باہر شمال جانب عربی طلباء کی تعلیم کے لئے ادارہ قائم کیا اور ایک مکمل کمپلیکس تیار ہوا، عمارات کی تعمیر بھی ہوگئی، لیکن ملک میں سیاسی، اتھل پتھل کے سبب مدرسہ نہ کھل سکا اور وہ فوجی گیریسن بن گیا، بروقت اس میں نیپالی فوج ٹکی ہوئی ہے۔

تعلیمی سرگرمیاں ان کے دم سے جھنڈانگر میں بڑھیں اور قرب وجوار میں لوگ ان سرگرمیوں کے سبب مستفید ہوئے، مدرسہ خدیجہ الکبری کا فیض کئی دہوں سے جاری ہے اور بروقت اس میں رہائشی غیر رہائشی چھ سو کے قریب طالبات تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ انھیں کی نقل میں دیگر اداروں میں تنوع اور وسعت پیدا ہوئی۔

نیپال میں جمعیۃ اہل حدیث کے قیام کا خاکہ بھی انھیں کا تیار کردہ ہے۔ جمعیۃ سے ان کی وابستگی برابر قائم رہی اور اخیر میں وہ جمعیۃ کے سرپرست بنائے گئے اور اس سلسلے میں کافی پیش رفت ہوئی۔ بروقت کاٹھمنڈو میں جمعیۃ کا ہیڈ کوارٹر قائم ہے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ایک شاندار بلڈنگ اس کے لئے خریدی گئی ہے، چھ دعاۃ کی تعیین ہوچکی ہے اور ایک ماہنامہ اردو دینی مجلّہ کا اجراء ہوچکا ہے۔ تعلیمی کام میں ان کی پیش رفت نہایت شاندار تھی، اپنی کم عمری میں انہوں نے جس طرح متنوع دینی رفاہی اور سماجی کام کیے ہیں وہ قابل رشک ہیں۔ نیپال میں بحیثیت مجموعی شاید ہی کوئی شخص ان کی قامت کا تھا۔

ایک وقت تھا کہ احیاء التراث نے لجنۃ نیپال قائم کیا تھا، جس کے مولانا تین سربراہوں میں سے ایک تھے، لیکن ناگزیر حالات کے سبب اسے بند کردیا گیا، کس نے کہاں کیا گل کھلایا کہ ملک گیر پیمانے پر دعوت کا جاری کام بند ہوگیا، پتہ نہیں۔ خیراتی پیسوں کی عجب عجب کہانیاں ہیں، نہ معلوم ان سے کتنی بدبودار جاہلیتوں کو زندہ کیا گیا اور انھیں بڑھاوا ملا۔ دنیا کے رزیلوں اور خسیسوں کو ان سے زندگی ملی، خیانت کو درجہ قبولیت حاصل ہوئی، اکاذیب اور مکروفریب کو دین کے نام پر اور دین کی سوداگری کے نام پر تسلیم کرلیا گیا، کمیشن خوری کے نام پر تبرعات کا بلیک مارکیٹ وجود میں آگیا اور سارے گرے پڑے جھولا چھاپ انٹرنیشنل فقیر داعی اور تعلیم کے ماہر بن گئے۔

دنیا کے مشروعاتی خیراتی اداروں کا ایک تاریک پہلو یہ بھی ہے کہ انھیں عام طور پر فریبی اور جھوٹے ہی پسند آئے۔ بے شک دینی کام ہوئے، ادارے کھلے، مساجد کی تعمیر ہوئی، رفاہی کام ہوئے، علمی کام بھی ہوئے، ان سے وابستہ بہت سے سنورے اور بہت سے بگڑے، لیکن ایک عام گراوٹ جسے سب محسوس کرتے ہیں یہ آئی کہ نیتوں میں فتور آگیا، مفت کے مال کا بے جا استعمال بکثرت ہوا، رقابتیں بڑھیں، حسد میں اضافہ ہوا، مادیت پسندی آئی، دین پسندی میں کمی آئی، رجحانات بگڑے، حیا و مروت عنقا ہونے لگی۔ ان سب کا ذمہ دار کون ہوگا؟ جماعتی اور قومی زندگی میں اگر اقدار اسلامی کو نظر انداز کردیا جائے اور لوگوں کے دینی بناؤ بگاڑ کی فکر چھوڑ دی جائے، طمع زر کا دل و دماغ پر غلبہ ہوجائے تو پھر ایسی اجتماعی زندگی بے وقعت ہوجاتی ہے ہمارے ہاں المیہ یہی ہے ہر کس و ناکس مادی دھارے میں بہا جارہا ہے اور سارے اسلامی اور شرعی اقدار پامال ہورہے ہیں اور طمع مال و زر نے لوگوں کو اندھا بنا رکھا ہے جیب و شکم کی آگ نے ان کی فکر و شعور کو جلا ڈالا ہے۔ مولانا مدنی ان مسائل و مشکلات کو سمجھتے تھے اور اصلاح کے کام میں بھرپور حصہ لیتے تھے اور جہاں بھی دین و ملت کی سوداگری کرنے والے سوداگروں کے خلاف آواز اٹھی انہوں نے اس میں حق و صداقت کا ساتھ دیا اور اس راہ میں ہم سفر رہے۔ اس کی خاطر بارہا انہوں نے دلی اور بنارس کا سفر کیا۔ لیکن جب ساری قوم تضاد کا شکار ہوجائے، آمین و رفع الیدین کے لئے جنگ کرے، خیانت اکاذیب اور فریب کو مقدس بنائے، اس کے علاج کی امید کیسے کی جاسکتی ہے۔ تفصیلات میں جانا کیا؟ کس کس کا دامن پکڑا جائے اور کس کس کو سمجھایا جائے، پورا کا پورا معاشرہ ہی چوپٹ ہوکر رہ گیا ہے۔ آوے کا آوا بر باد ہوچکا ہے، نہ اعتبار رہا نہ بھرم رہا، حماقتیں ہی حماقتیں، دین کی سوداگری ہی سوداگری، تغافل ہی تغافل، جہالت ہی جہالت والعیاذ باللہ۔

مولانا عبداللہ مدنی نے دعوت و تبلیغ کا کام بھی کیا اور اس کی خاطر ملکی اور غیر ملکی دورے کئے۔ انہوں نے یورپ کا بھی دورہ کیا اور شرق اوسط کا بھی۔ جنوبی ایشیا میں پاکستان، سری لنکا، مالدیپ اور بنگلہ دیش کا دعوتی دورہ کیا۔ عوامی جلسوں اور کانفرنسوں میں خطاب کیا، سیمیناروں میں شریک ہوئے، ٹی وی سے خطاب کیا، دروس دیے، خطبے دیے اور ہندو نیپال کے کونے کونے میں گئے، اردو عربی میں مقالے بھی پڑھے، دعوت و تبلیغ کا یہ عظیم کام انہوں نے آخری سانس تک کیا۔

ان کی خطابت میں جوش بھی تھا اور سوز بھی۔ زبان پر قدرت تھی۔ بولتے تھے تو تیاری کے ساتھ اور کامیاب خطابت ہوتی تھی۔ لوگ ان کی تقریروں کو پسند کرتے تھے، ان کو اپنے اوپر بھروسہ تھا، اس لئے پبلک کا سامنا قائدانہ انداز میں کرتے تھے۔ خطابت اور شان خطابت کے لئے یہ ضروری ہے کہ خطیب کے اندر قائدانہ شان پائی جاتی ہو۔ خطابت کی کامیابی کا انحصار اس پر ہوتا ہے کہ خطیب کے اندر وجاہت بھی ہو اور ثقاہت بھی اور قائدانہ شان بھی ہو۔ اگر یہ تینوں چیزیں کسی کے اندر جمع ہوجائیں تو وہ کامیاب خطیب بن سکتا ہے اور اگر خطابت کو گائیڈنس کے بجائے انٹرٹینمنٹ کی چیز سمجھ لی جائے تو خطیب کے لئے مداری بننا پڑتا ہے، یا بھانڈپن کا مظاہرہ کرنے کی مجبوری ہوتی ہے، مداریوں کو ان کے آئٹم شو کے لیے فیس دینی پڑتی ہے۔ بروقت بگڑے ہوئے ماحول اور بگڑے ہوئے ذوق اور بگڑے ہوئے لوگوں کے لئے خطابت تماشے اور لطف اندوزی کی چیز ہے اور بس۔ اور اس کی خاطر کچھ لوگوں کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ یہ علم علماء خطیب اور خطابت کی توہین پر تلے رہتے ہیں۔ مولانا مدنی نے ہمیشہ خطابت کو دینی امانت سمجھا اور اسے کما حقہ ادا کیا اور کبھی اسے زر و مال اور شہرت کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا۔ نحوست زدہ ہوتے ہیں وہ لوگ جو خطابت کی سوداگری کرتے ہیں اور اس سے کمائی کے لئے عیاں و نہاں مبغوض طریقے اپناتے ہیں اور سازشوں کا جال بچھاتے ہیں۔ کمیشن خور اور ایجنٹ بنا کر رکھتے ہیں، میرے دوست کا دامن ہمیشہ ان خفیف حرکتوں سے پاک رہا۔

مولانا عبداللہ مدنی نے ماہنامہ ''نور توحید'' کا اجرا کیا اور سالہا سال اس کے ایڈیٹر رہے (شعور آگہی) کے عنوان سے اس کا اداریہ لکھا۔ یہ اداریے ایک کتاب کی شکل اختیار کرچکے ہیں۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر مضامین لکھے ہیں، سفرنامہ بھی تحریر کیا ہے، رپورٹیں بھی لکھی ہیں، اداریے مختصر لیکن دلچسپ، جامع اور فصیح و بلیغ زبان میں ہوتے تھے۔ کئی دہائیوں تک کسی دینی پرچے کا بلاناغہ ماہ بہ ماہ نکال لے جانا کسی کرامت سے کم نہیں ہے۔ ایسا وہی کرسکتے ہیں جن کے عزائم بلند ہوں اور ہمت و حوصلہ کے مالک ہوں۔ اس مجلّے کی تاریخ یہ ہے کہ انہوں نے نیپال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں اس کی پہل کی اور اسے اب تک نبھایا، اب اسے برقرار رکھنا اور کسی طرح اسے ان کی طے کردہ پالیسیوں معیار اور ادارت کے خلاف نہ جانے دینا ان کے جانشینوں کی ذمہ داری ہے۔

مولانا عبداللہ مدنی نے شاعری بھی کی۔ حامد سراجی کے نام سے وہ نور رحید کے ہر شمارے میں اپنا کلام ٹائٹل کے دوسرے صفحے پر شائع کرتے تھے۔ ان کا نام شاعر کی حیثیت سے معروف نہ تھا لیکن مجھے اندازہ ہے کہ شاعری کا ملکہ ان کے اندر بھرپور تھا۔ بات یہ ہے کہ یہ ملکہ ان کے اندر فطری تھا اور انہوں نے شعراء کو خوب پڑھا تھا، خاص کر ترقی پسند شعراء کو۔ مجھے یاد ہے جامعہ سلفیہ کے دور طالب علمی میں ایک دور میں وہ کلی طور پر ادب کے ہو کر رہ گئے تھے اور ان کے ساتھ میں نے بھی ترقی پسند شعراء کے کلام کو خوب پڑھا تھا۔ جوش کے اکیس شعری مجموعوں کو ان کے ساتھ میں نے بھی دیکھ ڈالا تھا اور اب بھی ان کی میز پر اکثر جوش کی ضخیم کلیات کو پڑا دیکھتا تھا، اردو شاعری ان کے اندر رچی بسی تھی۔ اردو میں اگر شاعری ڈھنگ سے کی جائے تو علماء کے لئے اچھا شاعر بننے کا زیادہ امکان ہے، کیوں کہ ان کے پاس زبان وبیان کا سرمایہ زیادہ ہوتا ہے، ان کے دسترس میں کئی زبانیں ہوتی ہیں، فنی معلومات بھی ان کو زیادہ ہوتی ہے لیکن چونکہ شاعری کا میدان ان کی دینی عملی زندگی سے ہم آہنگ نہیں ہوتی اس لئے ریاض اور مشق کی طرف توجہ نہیں ہوتی، نہ طلب وجاحت بن پاتی ہے، نہ اکسپوز ہونے کا موقع ملتا ہے، نہ تمہد اور قصد ہوتا ہے، نہ کوئی داعیہ بن پاتا ہے، بس شوقیہ گاہے بہ گاہے کچھ کہہ لینے تک بات رہ جاتی ہے اور یہ بھی تو ہے، شاعری میں بھی ٹھیکہ داری چلتی ہے اور فن کے بجائے فن کاری کام آتی ہے۔

مولانا عبداللہ مدنی نے بھرپور اور ہمہ جہتی زندگی گذاری اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جتنی صلاحیت عطا کی تھی، اس کا صحیح استعمال کیا۔ انسان کی کامیابی کے لئے اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ حسب استطاعت دین پر عمل پیرا رہے اور اسے جتنے اسباب مہیا ہوں انھیں صحیح طور پر صحیح کام میں لگا دے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور اس کی توفیق کی ارزانی کی بات ہے کہ انسان سے وہ کام لے جس سے وہ راضی ہوجائے اور فتنوں کے سوابق اور لواحق سے بچ جائے۔ فتنوں کے دور میں سب کو خوش رکھنا نفاق کو گلے لگانے یا مداہنت کی زندگی گذارنے کے ہم معنی ہے اور آج کے دور میں نفاق اور مداہنت کو ہی سب سے بڑی کامیابی مانا جاتا ہے اور خیانتوں کو عظمت وکمال کا شاہکار۔ اس ماحول میں رواداری کو منافقت اپنے ساتھ جوڑنے لگی ہے اور فتنہ جو نگاہیں اسے منافقت کے روپ میں دیکھنے لگتی ہیں۔ مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ رواداری کے مسلک پر عامل تھے اور رواداری کا مسلک ہوتا ہے۔

آشائش دوعالم تفسیر ایں دوطرف ست
بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا

اس دنیا میں جینے کے بہت سے دینی درجات ہوتے ہیں اور بہت سے اوپشن ہوتے ہیں۔ انسان اپنی صلاحیت علم لیاقت اور استطاعت کے مطابق کسی بھی درجے کو اختیار کر کے زندگی گذار سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتا ہے۔ انسان کے لیے جواز کی بھی راہ ہے، استغناء اور عفاف کی بھی راہ ہے عزیمت کی بھی راہ ہے، استقامت کا بھی درجہ ہے۔ اور مجبوری وخاموشی کی بھی راہ ہے۔ حالات پر منحصر ہوتا ہے اور انسان کی اپنی ہمت پر ڈپینڈ کرتا ہے اور ذوق وصلاحیت اور رجحان کی بات ہوتی ہے کہ کون کس راہ کو اپناتا ہے۔

اور دینی طرز حیات کو چھوڑ کر تو ہزار راہیں ہیں فسق وفجور کی، شرک وبدعات کی، مادیت اور مفادات کی، سفاکیت اور ستم رانی کی، جبر کی اور نفاق کی۔ کفر وشرک اور بے دینی کی دنیا اسی پر تو چلتی ہے اور غم یہ ہے کہ دین پسندی کی راہیں بھی اس وقت عموما اسی طرف نکلتی ہیں جس طرف نفاق، مفاد پرستی اور ابن الوقتی کی راہیں جاتی ہیں۔ عملی واعتقادی زندگی کی استواری نظریات سے قائم نہیں ہوتی۔ عملی واعتقادی زندگی کی صحت اور درستگی کے لئے حسن نیت جذبہ عمل اور عمل کے منصوبے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آج کا المیہ یہ ہے کہ علم دین کو بھی نظریاتی شے بنادیا گیا ہے تربیت اور تزکیہ کو تعلیمی منصوبوں اور پالیسوں سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ افراد کی اسلامی شخصیت بن ہی نہیں پاتی۔ بڑے سے بڑے ڈگریوں والے اور نام والے ہوتے ہیں مگر اخلاقی عملی واعتقادی بگاڑ کی عیاں ونہاں خرابیاں ان کے فہم وادراک سے باہر ہوتی ہیں اور مفادات نگاہوں کے سامنے اس طرح ہر دم منہ کھولے کھڑے ہوتے ہیں کہ وہ دم دبائے سارے اباطیل کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں، ہر میدان میں روزہ مرہ اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

اس برے اور بگڑے ماحول میں مولانا عبداللہ مدنی نے دینی معیار پر خود کو قائم رکھنے کی کوشش کی اور دین کا خوبصورت رنگ اپنی زندگی میں نکھارا، ایک شائستہ مہذب ذمہ دار اور دیندار عالم کی حیثیت سے جانے گئے اور ایک معیاری عالم کی حیثیت سے مانے گئے۔ حسب لیاقت اور استطاعت اپنی عالمانہ ذمہ داریوں کو نبھایا۔ انہدار اور انحطاط کا جو ماحول ہے اس میں بڑے بڑے ناموروں کا یہ حال ہے جو چیرا تو یک قطرہ خون نہ نکلا۔ ایسے میں مولانا کی طرز زندگی ان کے لئے وجہ امتیاز تھی۔ دین کے مطابق انفرادی وعائلی زندگی میں انہوں نے اپنے اعمال و حالات ایام ولمحات کو سنوارا تھا اسی لئے ان کی ذات بڑی پرکشش تھی۔ اس وقت علماء کرام کے حلقے میں لمبی لمبی تقریریں کرنے والے، کثرت سے لکھنے والے اور جماعتی وادارہ جاتی مناصب کے حامل بہت سے مل جائیں گے، لیکن ان سے کسی خوش آئند رویے اور چلن کی امید عبث ہے۔ ان کے رویوں میں مفاد کا زہر ایسا گھلا رہتا ہے کہ ان سے قریب ماتحتوں یا ہم نشینوں کی سانسوں میں بھی یہ زہر موجود ہوتا ہے اور بے غرض لوگ بھی ان کے زہریلے پن کے شکار ہوتے ہیں اور ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مستکبرانہ برتاؤ، دعوی داریوں اور عیاریوں میں وہ کاٹ ہوتی ہے کہ جوان کے پاس جائے کٹ کر رہ جائے۔ یہ مادہ پرستی اور خود غرضانہ ماحول کے المیے ہیں اور یہی زندگی کی بھاگ دوڑ کے پیچھے طاقت بن گئے ہیں اور سماجی عملی زندگی کی یہی شناخت بھی ہیں۔ زندگی کا یہ ڈھب اتنا مکروہ بن چکا ہے اور اس کی سلبیات اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ زندگی کی ساری بھاگ دوڑ ایک کھیل تماشا اور عیش ومستی معلوم ہوتی ہے اور اباحیت پسندی کا ہر طرف راج نظر آتا ہے۔ سارے انسان بہروپئے اور فریبی معلوم ہوتے ہیں۔ نہ ریش ورومال کا بھرم ہے نہ جبہ ودستار کا نہ زلف وحجاب کا تجدد کی فہرست سازی کے مطابق ملا ومسٹر سب برابر ہو چکے ہیں۔ بلکہ دین پسند طبقے میں نفاق کچھ زیادہ ہی اجاگر دکھلائی دیتا ہے۔

دین پسند حلقے میں بصیرت نقطہ انجماد پر پہنچ چکی ہے۔ طائفہ منصورہ میں جو شمولیت کے اہل ہیں ان کی بصیرت کا چراغ قیامت تک جلتا رہے گا۔ بقیہ سب اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ دین کے نام پر بس ناؤ نوش کا تماشا رہ گیا ہے کہ جسم کا حجم بڑھتا رہے۔ یا شہرت کا ڈنکا بجتا رہے یا کاؤنٹنگ ڈجٹ میں اضافہ ہوتا رہے یا کچھ نہیں تو دعوی داری کا زور قائم رہے اور کثرت کا نشہ بڑھتا رہے۔ خاص طبقوں میں بھی بگاڑ اور فساد کا یہ حال ہے کہ جیسے ذہنیت ہی مسخ ہوگئی ہے، فکر وفہم کا پیمانہ ہی الٹ گیا ہے اور ڈھٹائی نے اخلاق کی جگہ لے لی ہے۔ اعتبار اور اعتماد کے الفاظ معانی کے موتیوں کے بغیر خالی سیپ رہ گئے ہیں۔ اس ماحول میں مولانا مدنی رحمہ اللہ ذاتی طور پر ہمارے لئے اعتبار واعتماد کے معانی سے مزین تھے۔ انہوں نے کبھی مادیت ،منفعت اور خود غرضی کا رویہ نہیں اپنایا یا کم از کم میں تو انھیں اسی طرح جانتا ہوں یہ اور بات ہے کہ فکری اتھل پتھل کی ایک پہچان یوں بھی قائم ہوئی ہے کہ کسی کی بلاوجہ ناراضگی بلکہ بسا اوقات خود پر مسلط کردہ ذاتی ناراضگی بھی انسان کو شیطان کے صف میں کھڑا کر دیتی ہے اور مخالف کو بھی اس صف میں گھسیٹ لاتی ہے۔ یہ بھی اندوہ زمانہ کی ایک کہانی ہے۔

آج اچھے برے ہر انسان کے ہر پہلو سے درد اٹھتا ہے اور انسان کے ہر پہلو پر چوٹ لگتی ہے، پورا ماحول ہی درد پہنچانے والا ہے۔ برے درد پہنچانے میں طاق ہوتے ہیں اور اچھے بار بار چوٹ کھاتے ہیں۔ برے ماحول میں بروں کے درمیان ایک اچھا انسان صرف چوٹ کھاتا ہے اور درد جھیلتے جھیلتے فنا ہو جاتا ہے۔ کہاں ہے اس وقت دنیا میں اچھوں کے لئے جگہ؟ زندگی کی نارمل حالت کے لیے اندر عزائم کام نہیں آتے۔ یہ خواص کے خصائص ہوتے ہیں۔ نارمل لائف کہاں ہے اور نارمل زندگی کے لئے گنجائش کتنی رہ گئی؟ نارمل اور معتدل زندگی گذارنے کے لے بڑی طاقت اور بڑے حوصلے کی بات ہوتی ہے اور اس کے لیے ایک ماحول بنانا پڑتا ہے اور ایک بستی بسانی پڑتی ہے۔ مولانا عبداللہ نے ایک چھوٹے سے قصبے میں تعلیم کی ایک بستی بسانے کی کوشش کی اور ایک ماحول بنایا۔ گھر کا بھی ایک ماحول تھا۔ دوست احباب بھی جڑے علماء اساتذہ اور معلمین کو جوڑا، علم کے شیدائیوں کا ایک کاروان تیار کیا اور ایک نارمل لائف گذار کر اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور احباب کی ایک بڑی تعداد کو روتا بلکتا اور دعائیں دیتا چھوڑ گئے۔ نہ ان پر کسی کا دعوی تھا نہ نالش تھی، نہ حق تلفی کی فریاد تھی، نہ خیانت کی تہمت تھی، نہ جعل سازی اور ڈھونگ کا الزام تھا۔ لوگ ان کی سچائی اور اچھائی کے معترف تھے۔ اس دور میں سچائیوں کی شناخت اور سچائیوں کا اعتراف ایک مشکل مسئلہ بن گیا ہے اور جھوٹ کے سیلاب میں واقعی سچائی کا اعتراف اور اس کی شناخت مشکل امر ہے اور خود انسان کا شعور وادراک اتنا آلودہ ہو چکا ہے کہ عموما سب برابر ہو چکے ہیں اور یہ بھی تو ہے کہ معمولی فائدوں کے لیے خیر وشر سب برابر ہو چکے ہیں اور بسا اوقات مکر وکید کے سبب جھوٹ ہی کو سچ اور جھوٹوں کو سچا مان لیا جاتا ہے اور یہ بھی تو ہے کہ معمولی فائدوں کے لیے انسان خیر وشر کے پیمانے ہر دم بدلتا رہتا ہے۔ لیکن کھرے سیرت وکردار کی سچائی پر یویل ضرور ہوتی ہے چھپ نہیں سکتی۔ مولانا عبداللہ مدنی جس سیرت وکردار کے حامل تھے اس کی سچائی کو کون نظر انداز کر سکتا ہے۔ پرفیکشن صرف انبیاء کی زندگی کو حاصل ہوتی ہے۔ بقیہ انسانوں کو پرفیکشن کے معیار پر پہنچنے کی جدوجہد میں لگے رہنا پڑتا ہے اور یہی ان کا پرفیکشن ہے اور ہر صالح انسان کا روڈ میپ یہی ہوتا ہے۔ جن کے اندر صالحیت نہیں ہوتی وہ صرف گرین پوسچر کی تلاش میں انسانی جنگل میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ کوئی رسید لئے بھٹکتا ہے کوئی کاسہ گدائی لئے پھرتا ہے۔ کوئی تجارت اور دولت کی تلاش میں دوڑا پھرتا ہے، کسی کو موٹی نوکری کی تلاش رہتی ہے اور کوئی سیاست کی گلیوں میں فریب کا کاروان لیے پھرتا ہے۔ ہر شخص کی تلاش بس ہری گھاس ہی ہوتی ہے۔ مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ نے عفاف کا دامن پکڑا اور قناعت کی معیشت کو اپنایا اور خوبصورت وشاندار زندگی گذارنے کی جدوجہد کرتے رہے۔

۱۹۶۲ء میں بلکہ بالکل بچپنے میں میں نے میاں زکریا خانوادے کو جانا اپنے ابا حضور کے ساتھ بار بار ان کے ہاں جانا ہوا، لیکن ۱۹۶۹ء میں جب مولانا مدنی نے جامعہ رحمانیہ بنارس میں دوسری جماعت میں داخلہ لیا اور خاکسار نے تیسری جماعت میں اس وقت سے اس گھرانے سے ذاتی شناسائی ہوئی، پھر جامعہ سلفیہ میں ساتھ رہا اور مخلصانہ تعلقات برقرار اور ترقی پذیر رہے اور ان کے دادا ابا اور خاندان کے دیگر افراد سے ملنے جلنے کا سلسلہ قائم رہا۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں وہ ایک سال پہلے ۱۹۷۷ء کے سیشن میں جا چکے تھے۔ اور کلیۃ الشریعہ میں داخلہ لیا تھا، ان کے ایک سال بعد ۱۹۷۸ء کے تعلیمی سیشن میں مجھے جامعہ میں داخلے کی سعادت ملی۔ جامعہ میں میرے ان کے ساتھ خوشگوار اور برادرانہ تعلقات تھے، وہاں سے فراغت کے بعد ۱۹۸۱ء کے اخیر میں انھیں دارالافتاء کی نوکری ملی۔ وطن مراجعت کے بعد انھیں چند سالوں تک تین جگہوں پر کام کرنا پڑا اور آخر میں اپنے قصبے جھنڈانگر میں سٹل ہوگئے اور ''مرکز التوحید'' قائم کیا، ''مدرسہ خدیجۃ الکبری'' کی تاسیس ہوئی،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"نور توحید" کا اجراء ہوا، تعلیمی کمپلکس کی تعمیر ہوئی، "کمیونٹی سنٹر" کی استھاپنا ہوئی، ویلفیئر کے کام ہوئے۔ شروع میں سارا عمل گھر پر جاری رہا پھر مدرسہ خدیجۃ الکبری کی عمارتیں تیار ہوئیں مرکز التوحید کی آفس بنی مہمان خانہ بنا مسجد بنی، مستوصف اور رفاہی ادارہ بنا۔

مولانا عبداللہ مدنی کی پیدائش ۱۹۵۵ء میں ہوئی، مکتب کی تعلیم دادا کی نگرانی میں سراج العلوم میں ہوئی۔ مکتب کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اکرہرا درسگاہ اسلامیہ میں داخل ہوگئے ۱۹۶۹ء میں جامعہ رحمانیہ بنارس میں داخلہ لیا۔ دوسال وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ سلفیہ میں آگئے اور عالمیت کا کورس وہیں پر مکمل کیا۔ جامعہ سلفیہ سے ندوۃ العلماء لکھنؤ منتقل ہوگئے اور فضیلت فی الادب میں داخلہ لیا لیکن تکمیل سے پہلے جامعہ اسلامیہ میں منتقل ہوگئے۔ تعلیم کے مراحل انہوں نے خاص کر جامعہ سلفیہ اور جامعہ اسلامیہ میں طے کئے۔ جامعہ اسلامیہ کی تعلیم نے سنوارا بنایا اور پھر اس کی سند پر دارالافتاء سے کام بھی ملا۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ ہوس وحرص بھری دنیا میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فاضل علماء کو عزت ووقار کے ساتھ زندگی گزارنے کا ایک بڑا سہارا ملا اور ہندوستان میں اس کے سبب فاضل علماء کا وقار بلند ہوا اور علم دین کی اہمیت بڑھی۔

تعلیمی دور میں ان کے کتنے اساتذہ تھے اور ان کے رفقاء کون تھے اس گنتی میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ ان کی سیرت وکردار کی تعمیر میں ان کے دادا اور ان کے ابا کا ہاتھ تھا اور ان کا گھریلو ماحول تھا اور اس بنیاد پر وہ نیپال میں بے مثال کام کرنے کے اہل بن سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کی جہود کو قبول فرمائے۔ آمین۔ اور ان کے گھرانے کی خوبیاں اور بزرگوں کا اخلاص اور دعائیں تھیں کہ بے نوائی کے باوجود وہ اتنا بڑا کام کرسکے اور ملک وبیرون ملک میں شناخت بنا سکے۔

واقعات گنوانے میں میرا قلم قاصر رہتا ہے اور تحریر کو پرسنلائز کرنے سے بچا کرتا ہے اور بے مقصد تفصیلات میں جانے سے کراہیت ہوتی ہے، اگر پسندیدہ منہج یہ نہ ہوتا بلکہ غیر مشروع مدلل مداحی مطلوب ہوتی تو مرحوم سے متعلق کتاب تیار ہوجاتی۔ مجھے صرف خوشنما نقوش اور خوبیوں کو ابھارنے میں دلچسپی ہوتی ہے جو مرحومین کے اندر پائی جاتی ہیں اور ان کے تجزیہ وتحلیل سے تعلق ہوتا ہے بقیہ تذکرہ نویسی کے لگے بندھے سکہ بند طریقے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں اور مجھے صرف انھیں لوگوں پر چند سطریں لکھنے کی توفیق ملتی ہے جو معیاری مستند اور مثالی ہوں۔ یہ تفصیلات تو دوسرے حضرات قلم کی روانی کے ساتھ تحریر فرمائیں گے اور بڑی سخاوت کا مظاہرہ بھی کریں گے، اس لئے ان تفصیلات اور مکررات میں جانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

۴۶ رسالہ تعلقات میں ہمیں ان سے محبت ملی، خلوص ملا، اعتبار واعتماد ملا اور میرے دور مظلومیت میں تو وہ میرے سب سے بڑے غمگسار تھے اور اکثر علی گڑھ سے ان کے ہاں جانا ہوتا اور دو ایک بار فیملی کے ساتھ جانا ہوا۔ سال میں ایک دو بار ان کے حسن اخلاق اور خلوص سے متمتع ضرور ہوتا۔ میرے اوپر ان کی اتنی عنایتیں ہیں کہ میں ان کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ اگر اس دیار میں جانا ہوتا ہے تو اکثر اپنے آبائی گھر کے بجائے ان کے گھر کی طرف رخ ہوتا۔ پھر وہاں سے دیگر جگہوں پر جانا ہوتا۔ اتفاقاً اگر ان کے گھر کی طرف رخ نہ ہوتا اور آبائی وطن جاتے اور ان کو پتہ ہوتا تو کھوج لگاتے اور ملنے کے لئے بے تاب رہتے اور اپنے بھائیوں سے اپنی شدت شوق کا اظہار کرتے رہتے۔ انہوں نے ہمیشہ ہمارا ساتھ دیا اور ہماری تحریروں اور علمی جہود کو پسند فرمایا اور ایسا بھی ہوتا کہ ملتے تو ماتھا چوم لیتے۔ اکثر ٹیلیفون کرکے خیروعافیت دریافت کرتے اور اہل وعیال کی خیروعافیت معلوم کرلیا کرتے۔ ممبئی اور دلی میں اگر ان کی آمد ہوتی اور میں بھی اتفاق سے موجود ہوتا تو ان سے ملنے اور سلام شوق پڑھنے ضرور حاضر ہوتا۔ آخر میں میرے دور مظلومیت میں اکثر پروگراموں میں اور اسٹیجوں پر ساتھ ہوتا۔ بہت سے دعوتی پروگراموں میں ان کو خطاب کرنے کے لئے بلوایا بھی، انتقال سے دو ماہ پہلے کشمیر کے ایک پروگرام میں ہمارا ان کا ساتھ تھا ادھر دو تین مہینوں کے درمیان کثرت سے ان کی رفاقت میسر آئی۔ جمعیۃ اہل حدیث ہند کی آفس میں کئی دن ساتھ رہے۔ دعاۃ کے تین روزہ پروگرام میں ہمارا ان کا ساتھ رہا اور اس پروگرام میں میرے عربی خطابوں سے بہت زیادہ خوش تھے۔

حضرت سلمان حسینی ندوی کی ہرزہ سرائیوں سے ہر اہل حدیث دکھی ہے، جب بھی جناب کا Tit for tat کے اصول کے مطابق اسے جواب دیا گیا، مولانا نے خوشی کا اظہار کیا۔ اس کی ہرزہ سرائیوں پر نوٹس لیتے رہنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ دلی میں ایک ملاقات میں جناب کی ایک زنانہ جھگڑوں کے لب ولہجے اور اسٹائل میں ڈوبی ہوئی تقریر سنائی جو بحرین میں اندھے عقیدت مندوں کی درمیان کی گئی تھی اور عرض کیا کہ اس جعلی سید کی گستاخیوں پر اسے سزا ملتی رہنی چاہیے۔

جامعہ ملیہ اور جامعہ الامام کے مشترکہ ۶/روزہ ریفریشر کورس ۲۶/نومبر تا یکم دسمبر ۲۰۱۵ء میں شرکت ہوئی، اس میں انھیں عربی میں ایک مقالہ پڑھنے کے لئے موضوع دیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے کچھ مشورے مانگے تھے اور مل کر اسے تیار کرنے کے لئے کہا تھا اس کے لئے میں یکم دسمبر کی رات جواہر ہاؤس جامعہ ملیہ میں ان کے کمرے میں حاضر ہوا۔ مقالہ خوانی کی بات ٹل گئی لیکن رات انہوں نے باصرار اپنے کمرے میں ٹھہرا لیا اور اپنے برادر خورد مولانا عبدالعظیم مدنی کو عزیزی راشد حسن کے ساتھ ان کے فلیٹ بھیج دیا۔ رات تین بجے تک مختلف موضوعات پر ان سے گفتگو ہوتی رہی اور دو بجے کے قریب انہوں نے اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر پلائی۔ عشاء بعد ساتھ میں کھانے کھایا گیا تھا صبح ساتھ میں ناشتہ کیا گیا۔ یہ اس دنیا میں ان کے ساتھ ہماری آخری ملاقات ہے۔ گھر جانے کے بعد کئی بار ان کا فون آیا اور سلمان حسینی کے زہریلے مضمون کا جواب (ہندوستان کا ابوبکر بغدادی، سلمان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حسینی ندوی) پڑھ کر خوشی کا اظہار کیا اور اس موضوع پر لکھے گئے مضامین اور تحریروں کو عربی میں منتقل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ہمارا ان کا باہمی رابطہ برابر قائم رہا۔ جب وہ قطر ایمبسی کے نیشنل ڈے میں شرکت کے لئے کاٹھمنڈو تشریف لے گئے اور موبائل نمبر سوئچ آف ہوگیا اس وقت ان سے میرا رابطہ ٹوٹا۔ سفر کے دوران کئی بار میں نے ان کے ربط میں آنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

۲۲ر دسمبر ۲۰۱۵ء بروز منگل صبح یہ خبر ملی کہ مولانا محمد اسحاق بھٹی کا انتقال ہوگیا۔ دو گھنٹہ بعد دس بجے خبر ملی کہ مولانا عبداللہ مدنی سخت علیل ہیں اور کاٹھمنڈو میں کسی اسپتال میں (ICU) میں ہیں۔ دس منٹ بعد خبر ملی کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ اچانک خبر پر حیرت زدہ رہ گیا کہ یہ کیا ہوگیا۔ ہمارے ساتھی بھی کوچ کرنے لگ گئے، طبعی عمر کے مطابق ہماری پیڑھی کے لوگ لائن میں لگ گئے ہیں۔ خبر سن کر حیران رہ گیا کہ اب کیا ہوگا فوراً یہ طے ہوگیا کہ جو بھی ہو جھنڈانگر پہنچنا ہے، جنازے میں حاضری ہوسکی تو بہتر بصورت دیگر ایسے موقع پر اپنے دوست کے پسماندگان کے غم میں تو شریک ہوسکیں گے۔ پھر خبر ملی کہ تدفین ۲۳ر دسمبر بروز بدھ ظہر کی نماز کے بعد ہوگی، ڈھارس بندھی کہ صلاۃ جنازہ اور تدفین میں شرکت ممکن ہوچکی ہے۔ بھاگم بھاگ لکھنؤ پہنچے اور وہاں سے مولانا صلاح الدین ان کے رفقاء عزیزم راشد حسن اور عزیزم عبدالقدیر کے ساتھ بذریعہ کار صبح ۵ر بجے اونرہوا پہنچ گئے، وہاں سے ساڑھے دس بجے نکلے اور آدھ پون گھنٹے کے بعد جھنڈانگر میں مولانا کی رہائش گاہ پر حاضری ہوگئی۔ جنازہ تیار تھا۔ اشکبار آنکھوں کے ساتھ مولانا کا آخری دیدار ہوا۔ مولانا کے بھائیوں سے ملاقات ہوئی، جذبات بے قابو ہوگئے، ہچکیاں بندھ گئیں اور بار بار اندوہناک سانحے پر رونا آیا۔ وقت موعود آپہنچا جنازہ اٹھا۔ لوگوں کی بھیڑ بڑھتی گئی احباب و متعلقین آتے گئے اور یہ سننے میں اچھا لگا کہ آخری لمحات میں مولانا نے اپنے جن تین خاص احباب کا ذکر کیا تھا۔ وہ تینوں جنازے میں شریک ہوئے۔ مولانا عبدالوہاب خلجی، مولانا صلاح الدین مقبول مدنی اور خاکسار کو خصوصی طور پر انہوں نے یاد کیا تھا اور تینوں اس سانحے پر گریہ کناں اور اندوہگین تھے اور یہ نظر آرہا تھا کہ یہ ان کا ذاتی سانحہ ہے اور صلاۃ جنازہ کے وقت تینوں کی حاضری کا اعلان بھی ہوا۔

جنازے میں شرکت کے لئے لوگ دور دور سے آئے تھے۔ علاقے کے آس پاس کے گاؤں کے علماء اور وجہاء جنازے میں تو تھے ہی۔ جماعت کے اہم اداروں کے علماء نے جنازے میں شرکت کی۔ جامعہ سلفیہ بنارس کے کئی اساتذہ، مئو کے مدارس کے کئی علماء، مبارکپور کے اعیان اہل حدیث، علاقے کے تمام اہل حدیث اداروں کے بے شمار علماء اور جھنڈانگر کے دونوں اداروں کے علماء اور ذمہ داران صلاۃ جنازہ اور تدفین میں شریک تھے۔ مرکزی جمعیۃ کے مولانا اصغر صاحب بھی تشریف فرما تھے، لکھنؤ سے بھی صوبائی جمعیت کی شرکت تھی۔ جنازے میں شرکاء کی تعداد تین ہزار سے زائد تھی اور اہم بات یہ تھی کہ اکثریت علماء وخواص کی تھی۔ جنازہ جب اٹھتا ہے تو اس وقت بھی یہ طے ہوتا ہے کہ متوفی کی زندگی کتنی معتبر اور باوزن تھی یا کتنی ہلکی اور بے اعتبار تھی۔ جنازے میں مسلم حاضری کا بہت اعتبار ہے اس ناطے سے مولانا ایک معتبر اور باوزن زندگی گذار کے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ ویسے اب جنازے میں حاضری کا میزان مختل ہوچکا ہے۔ خاص کر ان لوگوں کے متعلق جو بے اصولی کی زندگی گذارتے رہے۔ مگر شہرت جاہ لوگوں کو کھینچ لاتی ہے۔ جنازے میں حاضرین کی صالحیت کا اعتبار ہوتا ہے۔ جس قدر حاضرین کے اندر صالحیت ہوگی اسی کے بمقدار حاضری گراں قدر ہوگی اور متوفی کی صالحیت بھی حاضری کو گراں قدر یا ارزاں بناتی ہے۔ مولانا کے جنازے میں حاضری اصلی تھی اللہ کی ذات سے خیر کی امید ہے۔

صلاۃ جنازہ ادا کی گئی اور جنازے کو آخری آرام گاہ میں اتار دیا گیا۔ برزخ میں جانے کے بعد ہمارے اور ان کے درمیان قیامت تک پردہ حائل ہوگیا۔ سب کچھ دنیا میں رہ گیا صرف عمل ساتھ گیا۔ آج ۷ر جنوری کو اس حادثے پر ۱۵ر دن بیت گئے۔ لگتا ہے وقت کو پر لگ گئے ہیں۔ کل کی بات تھی اور کلینڈر دیکھا تو دو ہفتے سانحہ وفات پر بیت گئے۔ زندگی کا نظام ہی کچھ ایسا ہے کہ لمحات حیات کسی کا انتظار نہیں کرتے۔ ان کا کام ہے برف کی مانند پگھلتے رہنا۔ (**والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر**) میں ہر قسم کے انسانوں کی سوانح عمری لکھ دی گئی ہے اور مہ وایام کو پگھلنے اور نچڑ نچڑ کر جمع ہوکر تاریخ بننے اور انسان کے نفع وضرر اور حق وباطل کا شاہد ہونے کا راز بھی کھول دیا گیا ہے۔

کسی محبوب شخصیت کے جانے کے بعد پسماندگان ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔ احباب حسرتیں کرتے آہیں بھرتے رہتے ہیں اور تسلی کے لئے لوگ اپنے اپنے انداز اور پسند کے مطابق جتن کرتے ہیں اور پھر بے دینی اور جھوٹ کا ایک طوفان کھڑا ہوتا ہے۔ میت کے لئے سب سے بہتر تحفہ فقط دعائے مغفرت ہے یا ایصال ثواب کے جائز شرعی طریقے مگر اب رنگ محفل ہے، تعزیتی جلسے، ماتم کی محفلیں، مدلل مداحی، زمین آسمان کے قلابے ملانے کا فراڈ۔ مخالف بھی فدائیت کی دہائی دیتا ہوا۔ منافق بھی متوفی کی عظمت کا جھنڈا بلند کئے ہوئے۔ تذکیر کے لئے بیانات قرارات تاثرات اور مبالغہ آمیز جھوٹی تحریریں!! اللہ سمجھے مزاج عصر سے کہ کفن میں گل بوٹے لگائے سجائے جاتے ہیں اور جشن کا سماں باندھا جاتا ہے۔

پس مرگ ڈھنگ ڈھنگ کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اگر مال دجائداد ہے تو وراثت کے جھگڑے شروع ہوتے ہیں۔ جاہ ومنصب ہے تو جانشینی کا مسئلہ ہوتا ہے۔ یہ اٹل حقائق ہیں اور شرعی مسائل سے ان کا تعلق ہے، بہت سے ان دونوں سے محروم ہوتے ہیں اور پسماندگان کے پاس کچھ نہیں رہ جاتا ہے۔ یہ بھی قدرت کا کمال ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ ایسے بھی یہاں سے جاتے ہیں جو مخمول بن کر رہ جاتے ہیں اور محمود بھی نہیں بنتے۔

مولانا عبداللہ جھنڈانگری مدنی صاحب کی میرے اوپر بہت سے عنایتیں ہیں ہمیں وہ ایسے عالم ملے جو ہمارے لئے ہمیشہ قابل اعتبار رہے کبھی بھی بے اعتباری کا کوئی تجربہ نہیں ہوا۔ اور شاید وہ اس اہم مسئلے میں ہمارے لئے تنہا عالم تھے۔ مجھے اس کی شکایت بھی نہیں ہے کہ مجھے مخلص نہیں ملے۔ ملک اور بیرون ہمارے مخلصین کی کمی نہیں اور جن لوگوں نے قریب سے ہمیں جانا ہے اور خود صاف ستھرے ہیں۔ ان سے مخلصانہ روابط ہیں اور جو بے منہج بے موقف اور بے ضمیر جیب وشکم اور مفاد کے بندے ہیں یا جو اکھڑ بے ڈھنگے اور عیار مکار ہیں ان کے اندر مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہتی خواہ وہ دنیا کی نگاہ میں کتنی اونچی چیز ہوں۔ ایسے لوگوں سے اگر واسطہ پڑے تو چند منٹ میں وہ ایسے بوجھ محسوس ہوتے ہیں کہ سر میں درد ہو جاتا ہے۔ سچ ہے فرمان رسول۔ (الارواح جنود مجندة ماتعارف منها ائتلف وما تنا کر منها اختلف) مولانا عبداللہ مدنی کے ساتھ ہماری دوستی کچھ اسی طرح کی تھی۔

مولانا مدنی نے ایک معیاری اور معتبر دینی زندگی گذاری، ان کی ہر شے میں بانکپن اور رعنائی تھی۔ علمی معیار جو کچھ تھا اللہ نے جو کیا وہ اس کی عنایت لائق صد شکر، لیکن بسا اوقات آج علم وسیرت میں بڑا تضاد ہوتا ہے کہنے کو عالم خطیب، مصنف، استاذ اور سیرت بالکل کچرا۔ ایسے ذی علم اور مدعیان علم جو بالکل کچرا ہوتے ہیں ان کی کمی نہیں، بالکل کچرا قسم کے علم وثقافت کے دعوی داروں کی کثرت ہے۔ ایک عالم اگر سامان تجارت بن جائے اور ہر کام میں اپنی قیمت لگوائے اور خدمت خلق وخدمت دین کے نام پر یصدق فیها الخائن ویخون فیها الأمین کا شاہکار بن جائے تو اس قسم کے لوگ کچرا ہی ہوتے ہیں یا انسانی سیرت وکردار اور صلاحیتوں کا تلوث اور پر دھوشن۔

اچھے لوگوں کی زندگی کے عنوان، اگر طے کئے جائیں تو بہت سے عناوین بنتے ہیں لیکن ان کا سب سے حسین عنوان بنتا ہے ان کا فیض علم ودعوت، ان کا فیض اخلاق اور فیض سیرت وکردار۔ یہ ان کی زندگی کے سارے خوشنما عنوان ہیں۔ انسان جب ان متنوع عناوین کے ساتھ زندگی گذارتا ہے اور اس کی شخصیت جنون (Genuine) ہوتی ہے تو اس کے اندر شجاعت اور بہادری بھی ہوتی ہے، وہ لوگوں کے دباؤ میں رہ کر زندگی گذارتا ہے نہ دوسروں کا رنگ اختیار کرتا ہے نہ اسے یہ آتا ہے کہ بھیڑ چال چلے۔ اس کی اپنی راہ ہوتی ہے، اپنا رویہ ہوتا ہے اور اپنی سوچ ہوتی ہے۔

مولانا نے اپنی پبلک لائف میں بہت سے ملکوں میں بڑی بڑی شخصیات سے ملاقات کی، تعلق جوڑا، بڑے بڑے اجتماعات کو خطاب کیا، سیاسی نیتاؤں شاعروں صحافیوں اور علماء کے ساتھ تعلق رکھا، اتنے متنوع اور رنگا رنگ تعلقات کے باوجود انہوں نے اپنا رنگ قائم رکھا، کسی کا رنگ قبول نہیں کیا۔ ہر حلقے میں وہ پسند کئے جاتے تھے اور معتبر مانے جاتے تھے۔ زندگی کی یہی کمائی ہے اور اصل کمائی یہی ہے۔ حق وانصاف اور صالحیت کے ساتھ زندگی گذارنا ہی تو حاصل حیات ہے۔ زندگی بھر بے انصافی حق تلفی اور باطل کے کانٹے چنتے رہنا زندگی کی سب سے بڑی ناکامی ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت کرے۔ ان کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے۔ ان کی لغزشوں کو معاف کرے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اور ان کے صدقہ جاریہ کو تادیر قائم رکھے۔ ان کی والدہ، ان کی اہلیہ محترمہ ان کے بچوں اور ان کے بھائیوں اور خاندان ومتعلقین کو صبر وسکون عطا کرے۔ آمین

☆☆☆

(ص:۳۰/ کا بقیہ) اپنی زندگی کے کچھ ایسے واقعات سنائے جن سے ہم نا آشنا تھے، بہت سارے امور کی نشاندہی فرمائی، مستقبل کے عزائم سے باخبر کیا اور اپنے آخری سفر پر روانہ ہونے سے پہلے مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ کی عمارتوں کا بھرپور جائزہ لیا اور گویا یہ کہہ کر رخصت ہو گئے۔

بس اب کہنے کو کچھ باقی نہیں ہے خدا حافظ اجازت چاہتا ہوں

اس وقت مرکز التوحید، مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ اور اس کے شعبہ جات کی ذمہ داریاں ناچیز راقم الحروف کے ناتواں کندھوں پر ہے، جماعتی احباب، بزرگوں، بہی خواہوں اور متعلقین نے اپنی دعاؤں سے نوازا اور ہر طرح کے تعاون کی یقین دہانی کرائی، اللہ رب العالمین کی مدد اور اس کی توفیق سے باذن اللہ "مرکز التوحید" کے سارے امور احسن طریقے سے انجام پا رہے ہیں، قارئین سے مفید مشوروں اور خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

کلمات شکر وامتنان: ہم شکر گذار ہیں علماء کرام، احباب جماعت اور دینی وملی بھائیوں کے جنھوں نے جنازے میں شرکت کی اور مغفرت کے لئے دعا فرمائی، ہم ان احباب کے بھی شکر گذار ہیں جنھوں نے موبائل، واٹس ایپ، ای میل نیز دوسرے ذرائع مواصلات سے تعزیت فرمائی اور برادر محترم حضرت مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری رحمہ اللہ کی بلندیٔ درجات کے لئے دعائیں کیں، اسی طرح ہم ان تمام ہمدردان علماء واسکالرس واہل مدارس کے بھی شکر گزار ہیں جنھوں نے مولانا مدنی پر ہوئے ۹ رنومبر ۲۰۱۶ء کے یک روزہ سیمینار میں شرکت فرما کر ہماری قدر افزائی فرمائی اور پروگرام کو کامیاب بنایا، اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ایک نایاب دوست کا سفرِ آخرت

شیخ عبدالرزاق عبدالغفار سلفی (دبئی، متحدہ عرب امارات)

بجھ بھی گیا تو کیا، شبِ فردا کا ہوں چراغ
اک روشنی، طرف بہ طرف چھوڑ جاؤں گا
سنتے رہو گے یوں ہی مجھے، میرے بعد بھی
دلہیز جاں پہ لفظوں کے دف چھوڑ جاؤں گا
(فضاابن فیضی)

آج اخلاقی زوال عروج پر ہے زندگی کے ہر شعبہ میں اصول اور نظریہ کو پس پشت ڈال کر لوگ ذاتی مفادات و مقاصد کے حصول میں کوشاں ہیں، آج ایسے لوگ زیادہ نظر آئیں گے جو کسی نظریہ سے تعلق نہیں رکھتے ہوں گے اور کسی اصول کی پابندی ان کے لیے طوق غلامی سے کم نہیں ہے، ایسے لوگ بس اپنی ذات کو کسی نہ کسی طرح فائدہ پہنچا دینا ہی مقصد حیات سمجھتے ہیں اور اسی کو کامیاب زندگی گردانتے ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سابق مہتمم و شیخ الحدیث مولانا سید امیر علی ملیح آبادی تھے ان کے ہی ہم وطن اور شاگرد رشید مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے ان کے انتقال کے بعد ان کی حیات و خدمات پر ایک مختصر سا مضمون لکھا تھا اس مضمون میں ان کے اخلاق پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا:

''انسان کا اخلاق بہ تدریج ہی ظاہر ہوتا ہے، ابتدائی صحبتوں میں ہر شاطر، مخاطب کو مسحور کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر رفاقت کے بعد حقیقت کھل جاتی ہے ہم نے بہت آدمی دیکھے اور بہتوں کو اچھا سمجھا، مگر تجربے کے بعد بہت ہی کم آدمی اچھے ثابت ہوئے، ایسے تلخ تجربے ہوئے ہیں کہ قریب ہے خود انسانیت پر سے اعتماد اٹھ جائے، مگر مولانا امیر علی صاحب کے اخلاق نے قلب پر ایسا اثر کیا کہ اب تک تازہ ہے بلکہ ہر نئے تلخ تجربے پر ان کی عظمت کا سکہ زیادہ بیٹھتا جاتا ہے یہی باعث ہے کہ ہمیشہ انہیں یاد کرتے ہیں اور جب یاد کرتے ہیں دل بے اختیار ہو جاتا ہے۔''
(قافلۂ حدیث، ص:۲۳)

میرے اور مولانا ملیح آبادی کے تجربات میں قدرے مماثلت ہے مجھے بھی زندگی میں بہت تلخ تجربے حاصل ہوئے، بہتوں نے مجھے چیٹ کیا اور دھوکہ دیا،

خلوص دے کے سزاوار نفرتوں کا ہوا
نہ پوچھ حشر جو پچھلی رفاقتوں کا ہوا
(فضاابن فیضی)

لیکن شیخ عبداللہ مدنی رحمہ اللہ کے اخلاق و کردار سے میں بے حد متاثر رہا اور جوں جوں وقت گزرتا رہا، میں ان کی محبت و اخلاق کا گرویدہ ہوتا گیا، ان کی محبت کی انتہا تھی، جس وقت انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس دوستی کو رشتے میں بدلنا چاہتا ہوں اور میں نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا تھا ورنہ دنیا میں مجھے ایسے بھی دوست ملے، جو میری ترقی کی راہوں میں روڑے ڈالے اور میری محبت کی راہوں میں کانٹے بچھائے، یہی وجہ ہے کہ میں اکثر و بیشتر ناصر کاظمی کے ان اشعار کو گنگنا تا رہتا ہوں،

زندگی بھر وفا ہمیں سے ہوئی — سچ ہے یارو خطا ہمیں سے ہوئی
کتنی مردم شناس ہے دنیا — منحرف بے حیا ہمیں سے ہوئی
(ناصر)

شیخ عبداللہ مدنی رحمہ اللہ نے قوم و ملت اور ملک کی جو خدمت کی اور ان سب کے لیے جو انھوں نے اپنی محبت اور اپنا حسن اخلاق پیش کیا جس کی وجہ سے وہ لوگوں کی نظروں میں محبوب و مقبول بن گئے تھے، اس کے ثبوت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ لوگ کس دیوانگی کے ساتھ ان کے جنازے میں شریک ہوئے، کسی نے سچ کہا ہے:

''کسی انسان کی عظمت کے بارے میں تاریخ کا فیصلہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کی موت کا انتظار کرو۔''

شیخ عبداللہ مدنی ہمارے درمیان نہ رہے مگر ان کا نام اور کام ان شاء اللہ باقی رہے گا، ان کی شخصیت زبان و قلم، شعر و ادب، ایثار، استقامت، قربانی، حسن اخلاق اور مہمان نوازی کی دولت بیدار سے معمور تھی، مجھے امید ہے کہ ان کی دور بینی، فہم و فراست اور اندیشہ ہائے دور دراز پر ان کے بعض مخلص دوستوں نے پوری شرح و بسط کے ساتھ خامہ فرسائی کی ہوگی، مجھے اس پر کوئی اضافہ نہیں کرنا ہے۔ بس مجھے دل محزوں کے چند اشکوں کا نذرانہ پیش کرنا ہے کیوں کہ جب بھی شیخ عبداللہ مدنی کی یاد آتی ہے تو میری آنکھیں اشک ریز ہو جاتی ہیں۔

جب بھی اس یارِ طرحدار کی یاد آتی ہے
دل سے اک ہوک سی اٹھتی ہے جو تڑپاتی ہے
(علیم)

شیخ عبداللہ مدنی اچھے منتظم، اچھے قلم کار، صاحب اسلوب صحافی، اچھے شاعر، شیریں نواز خطیب، تبسم ریز ملنسار، خوش مزاج مہمان نواز، وفادار دوست، بیدار مغز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

داعی اور غم خوار و دردمند انسان تھے، یوں تو ان کی جملہ صفات میں ندرت و انفرادیت تھی، مگر ان کی ان جملہ صفات میں داعی کی صفت سب پر حاوی تھی اور وہی ان کی زندگی کا جزو لاینفک بن گئی تھی، آپ صحافت کرتے ہیں تو بھی دعوت کی آواز گونجتی ہے، شاعری کرتے ہیں تو بھی دعوت الی اللہ کا نغمہ سناتے ہیں، آپ تقریر کرتے ہیں اور منبر خطابت پر ہوتے ہیں تو بھی ایک حقیقی اسلامی داعی کی حیثیت سے ہی نظر آتے ہیں آپ اگر کسی سے تعلقات استوار کرتے ہیں تو بھی اس میں دعوت کا پہلو صاف جھلکتا نظر آتا ہے، آپ اگر کسی سے رشتہ جوڑتے ہیں تو اس میں بھی جہیز کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں اور اسوۂ رسول ﷺ کی طرف بلاتے ہیں، گویا کہ آپ کی پوری زندگی مجسم دعوت الی اللہ اور دعوت الی التوحید کے پیکر میں ڈھلی ہوئی نظر آتی ہے۔ آپ کی زندگی کا آخری سفر بھی دعوتی و تبلیغی پروگرام پر ہی مشتمل تھا کہ جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا (غالب)

ایک کامیاب داعی کے اندر کم از کم تین اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے:

ا۔ پہلی چیز یہ ہے کہ اس کے عمل میں اخلاص ہو، یعنی اس کی دعوت خالصۃً لوجہ اللہ ہو، اس میں کوئی دنیاوی مقصد و مفاد پوشیدہ نہ ہو، اس کے ساتھ ہی ہر اعتبار سے اس کے اندر اللہ کا ڈر اور تقوی موجود ہو۔

۲۔ وہ اچھی سیرت و کردار اور بہترین اخلاق کا حامل ہو اور جس بات کی طرف دعوت دے رہا ہو اس پر پہلے خود عمل پیرا ہو۔

۳۔ گفتگو اور بات چیت میں نرمی ہو اور دعوت میں حکیمانہ اسلوب اختیار کرے، گویا کہ وہ ''فَقُوْلَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا'' اور ''اُدْعُوْا اِلٰی سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ'' کا نمونہ ہو۔

شیخ عبداللہ مدنی رحمہ اللہ کی زندگی مہکتے ہوئے پھول کی مانند تھی جہاں جاتے تھے خوشبو بکھیرتے تھے، جس مجلس و محفل میں ہوتے تھے اس کو وقار و اعتبار دیتے تھے۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ اپنے بارے میں ''غبار خاطر'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''جہاں تک طبیعت کی سیرت اور عادات و خصائل کا تعلق ہے میں اپنی خاندانی اور نسلی وراثت سے بے خبر نہیں ہوں، ہر انسان کی اخلاقی اور معاشرتی صورت کا قالب نسل و خاندان کی مٹی سے بنتا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ میری عادات و خصائل کی مورتی بھی اسی مٹی سے بنی، ہر خاندان اپنی روایتی زندگی کی ایک انفرادیت پیدا کر لیتا ہے اور وہ نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی رہتی ہے، میں صاف محسوس کرتا ہوں کہ اس روایتی زندگی کے اثرات میرے خمیر میں رچ بس گئے ہیں اور میں ان کی پکڑ سے باہر نہیں جا سکتا، میری عادات و خصائل، چال ڈھال، طور طریقہ، امیال و اذواق سب کے اندر خاندان کا ہاتھ صاف صاف دکھائی دے رہا ہے۔ یہ خاندانی زندگی کی روایت مجھے میرے ددھیال اور ننھیال دونوں سلسلوں سے ملیں اور دونوں پر صدیوں کی قدامت اور تسلسل کی مہریں لگی ہوئی تھیں وہ بہرحال میرے حصے میں آنی تھیں ان کے قبول کرنے یا نہ کرنے میں میری خواہش اور پسند کو کوئی دخل نہ تھا۔'' (غبار خاطر، ص:۹۴)

مولانا آزاد کی ہی طرح شیخ عبداللہ مدنی کا خاندان بھی کچھ خصوصیتیں اور اچھی روایتیں اپنے اندر رکھتا رہا ہے شیخ مدنی کے دادا میاں زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا گھرانہ سیرت ساز گھرانہ تھا اس گھرانے میں کردار ڈھلتے تھے، وضع داری پروان چڑھتی تھی، مہمان نوازی دل و دماغ کو معطر و متاثر کرتی تھی اس گھرانے کی دین داری قرب و جوار میں خوشبو بکھرتی رہی، شیخ مدنی کی پرورش و پرداخت اسی سیرت ساز گھرانہ میں ہوئی، بچپن میں جو چیزیں آپ نے اپنے دادا اور والدین سے سیکھی اس کو جوانی اور اس کے بعد تک اپنے حسن کردار اور قول لین سے دوستوں اور عوام تک پہنچاتے رہے، آپ بے حد شیریں کلام تھے ایسا لگتا تھا کہ آپ کی زبان میں شہد ہے، گفتگو میں شائستگی، شگفتگی اور مٹھاس کچھ اس طرح تھی کہ وہ کہیں اور سنا کرے کوئی۔

ان کا صاف ستھرا لباس ان کی نفاست اور ذوق لطیف کا آئینہ دار تھا وہ علم و اخلاق کی بلندترین چوٹی پر فائز تھے، وسیع النظر اور خوش مذاق انسان تھے اقبال نے سچ کہا ہے:

''شعلۂ حیات دوسروں سے مستعار نہیں لیا جا سکتا ہے وہ صرف اپنی روح کے آتش کدہ میں روشن کیا جا سکتا ہے۔''

شیخ مدنی زندگی کے ہر ایک اسٹیج پر پہنچے اور اپنی خاص ادا و انداز میں پہونچے، انھوں نے دوسروں کی نقالی نہیں کی، اپنی زندگی ایک خاص ڈھب پر ڈھال لی تھی، ان کی زندگی میں ایک خاص قسم کا رچاؤ و بساؤ اور رکھ رکھاؤ تھا اور عمر بھر آپ نے اس کی حفاظت کی۔

شیخ مدنی کے بعد ان کی روایات کو برقرار رکھنا اور ان کی حفاظت کرنا ان کے جانشینوں کا کام ہے، اس لیے کہ اب وہی ان روایات کے محافظ و امین ہیں۔

آیئے اب ان کی خطابت، صحافت، قلمی توانائی اور شعری تخلیق پر بھی کچھ گفتگو کر لی جائے، میں نے شروع میں لکھا ہے کہ ان کی جملہ صفات میں ان کی داعیانہ صفت سب پر حاوی تھی، آیئے ان کی اس صفت کو ان کی تحریروں کے بین السطور تلاش کیا جائے، آپ کی داعیانہ صفت آپ کی ہر تحریر میں جھلکتی ہے چنانچہ ایڈوکیٹ حماد انجم کی کتاب ''خوشۂ کشت حرم'' کے مقدمہ میں شعر و شاعری پر بحث کرتے ہوئے نعتیہ شاعری پر اپنے بلیغ انداز میں یوں لکھتے ہیں:

''ایک مسلمان کو وہ خواہ زندگی کے جس میدان میں ہو، کبھی بھی اپنی اسلامیت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، چاہے وہ زندگی کے عام معمولات ہوں، تجارت ہو، زراعت ہو، باہمی لین دین ہو، سائنس اور ٹکنالوجی کی فتوحات یا علم و عمل کی کوئی دنیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہو، عہد حاضر کی تمام تر ایجادات جن کا سہرا کسی کلمہ گو کے سر بندھتا ہوا سے خلاق دو جہاں کے وضع کردہ ضابطہ کے دائرے میں رہ کر ہی اپنا ہر کام انجام دینا ہوگا۔

شعر وادب کی دنیا میں بھی اسی اصول کی کارفرمائی کی ضرورت کا احساس رکھتے ہوئے بعض نامور بلکہ نابغۂ روزگار ہستیوں کا کلام جب زیر مطالعہ آیا تو یہ یقین مزید پختہ ہوا کہ جس طرح زندگی کے بیشتر شعبے اسلامی تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں رہ پائے، وہی حال شعبۂ شعر وادب کا بھی ہے، بالخصوص نعتیہ شاعری، غزلیہ شاعری میں فسق کا پہلو نمایاں ہے تو نعتیہ شاعری بڑی حد تک شرک سے آلودہ ہوگئی ہے جو ایک موحد کلمہ گو کے لیے اذیت ناک ہے، ہم کبھی بھی یہ فراموش نہ کریں کہ فسق تو برحمت الٰہی قابل معافی جرم ہے لیکن اگر حالت شرک میں بلا توبہ زندگی کی شام ہوگئی تو آگے ظلمت شب ہی اس کا مقدر ہوگی کیوں کہ شرک وہ ناقابل معافی جرم ہے جس کا مرتکب ارحم الرحمٰن کے دامن رحمت میں جگہ پانے کے لائق نہیں رہ جاتا۔ ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ'' (النساء: ۱۱۶)۔ آیت کریمہ اسی حقیقت کی آئینہ دار ہے۔ (ص ۵/۶)

آپ کی صحافتی زندگی تیس سال کے طویل عرصے پر محیط ہے، ملک نیپال میں آپ پہلے وہ شخص ہیں جس نے اردو صحافت کی داغ بیل ڈالی اور ماہنامہ ''نور توحید'' جاری کرکے اپنے قلمی توانائی وصلاحیت کا بھرپور ثبوت فراہم کیا، آپ کا اداریہ ''شعور وآگہی'' سچ پوچھیے تو واقعی شعور آگہی پر مشتمل ہوتا تھا اور آپ کا ہر اداریہ چراغ رشد وہدایت معلوم ہوتا ہے جس پر دعوتی رنگ غالب ہے آیئے آپ کے قلم کی سچائی اور روانی دیکھی جائے، آپ ممبئی کے بدنام زمانہ شیوسینا کے بانی بال ٹھاکرے کی موت پر یوں لکھتے ہیں:

''آنجہانی بال ٹھاکرے ممبئی کے باشندے تھے، انھوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایک خاکہ نگار کی حیثیت سے کیا تھا ان کے بنائے ہوئے کارٹونس سے انہیں شہرت ملی، بعد میں انھوں نے سیاست کی وادیٔ پرخار میں قدم رکھا اور اپنے لیے ایک گلستاں تشکیل کی جس کی باغبانی میں اپنی عمر کھپادی وہ ایک ایسے گلچیں کے روپ میں سامنے آئے جسے صرف اپنے ہی باغ سے لگاؤ رہا دوسروں کے لگائے ہوئے باغ اجڑتے رہیں تو اجڑیں انہیں اس کی کبھی کوئی فکر نہ رہی۔

حد یہ ہوئی کہ شری بال ٹھاکرے کی موت کے بعد ممبئی کی کاروباری زندگی کی بندی پر ایک مسلم بچی کو انٹرنیٹ پر احتجاجی تبصرہ اور دوسری بچی کو اس کی تحسین کا عذاب جھیلنا پڑا، سینا کی ایذا رسانی کے خوف سے سہمی ہوئی پولیس نے عاجلانہ کاروائی کی اور بچیوں کو زنداں کے حوالے کردیا گیا، تبصرہ نگار بچی کے چچا کا شفاخانہ جس طرح برباد ہوا اس سے سینا کی ذہنیت کا اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں ہونی چاہیے۔

ایک جنازہ دیکھ کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا، **مستریح و مستراح منہ**، وہ آرام پا گیا یا اس سے نجات مل گئی، صحابہ نے اس کی وضاحت چاہی آپ نے فرمایا بندۂ مومن موت کے بعد دنیا کی اذیت سے اللہ کی رحمت کی طرف منتقل ہوجاتا ہے اور گنہگار شخص سے بندے، آبادیاں، درخت اور حیوانات سبھی نجات پا جاتے ہیں (بخاری) آنجہانی لیڈر کی موت پہ معلوم نہیں کیوں ہمیں اس فرمان رسول ﷺ کی یاد آرہی ہے۔'' (نور توحید، ص ۴ر دسمبر ۲۰۱۲ء)

اسی طرح جب مئی ۲۰۱۴ء میں بی جے پی (بھارتیہ جنتا پارٹی) بھاری اکثریت کے ساتھ برسر اقتدار آئی تو اس سیاسی منظر نامہ پر آپ نے ''.....امتحان مقصود ہے'' کے زیر عنوان نہایت عمدہ اور چبھتا تبصرہ فرمایا، جس سے آپ کی سیاسی سوجھ بوجھ کا اندازہ ہوتا ہے شیخ مدنی رحمہ اللہ کی تحریر آپ بھی پڑھیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کریں، شیخ مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اب سیاست کا پورا منظر نامہ تبدیل ہو چکا ہے ایک پارٹی جو خاص فکر کی حامل ہے اکثریت کی خوشی کی خاطر جسے سیکولرازم کے نام سے چڑھ ہے جواب تک ملک کی سب سے بڑی اقلیت کے لیے مسائل پیدا کرتی رہی ہے جو ملک کے مسلمہ سیاسی ڈھانچے اور طے شدہ سیاسی طریقۂ کار کو ہر طرح ملیامیٹ کیے جانے کے درپے رہی ہو، جسے ملک میں موجود طبقہ علیا کے مفادات کی نگرانی ہر طرح عزیز ہو جسے صنعتی گھرانوں سے حاصل شدہ کریم (مکھن) کے ذریعہ اپنے سیاسی ٹوسٹ کی لذت بڑھانے اور بطور بخشش کریم عطا کرنے والوں کی خاطر سہولیات کی فراہمی بہ جان ودل مرغوب ہو اور جسے ملکی دستور کو نظر انداز کیے جانے کی بھی کوئی پروا نہ ہو اب مسند اقتدار پر طمطراق کے ساتھ فائز ہو چکی ہے۔

کانگریس کو نیم دروں نیم بروں والی طرز حکومت کی سزا مل چکی ہے اگر اسے دوبارہ ابھرنا ہے تو دیگر جمہوریت نواز طاقتوں کے ساتھ مل کر پنڈت جواہر لال نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد کی مقبول کانگریسیت کا لبادہ زیب تن کرکے آگے آنا ہوگا تاکہ ملک خسارہ سے محفوظ رہ سکے، سب سے بڑی اقلیت کو امتحان کا سامنا ہے اللہ سے ثابت قدم رہنے اور مشکلات سے بچنے کی دعا ہمیشہ مانگی جانی چاہیے۔

اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم، آمین۔

(نور توحید، ص: ۴، مئی ۲۰۱۴ء)

ہمارے ممدوح شیخ مدنی سیاسی اور قومی مسائل کے ساتھ ساتھ ملی مسائل پر بھی عمیق نگاہ رکھتے تھے اور اس کی گتھیوں کو سلجھانے کی صلاحیت بھی، دارالعلوم دیوبند کے خوش فہم اور ناعاقبت اندیش بزرگوں نے ''سلفیت'' کے خلاف ایک تجویز پاس کی تو آپ نے بڑی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ اس کا ملی پوسٹ مارٹم کیا، ہمارے شیخ لکھتے ہیں:

''۱۳ر فروری ۲۰۱۳ء کو ارباب دیوبند نے ایک تجویز پاس کی ہے جس میں ''نام نہاد سلفی'' مسلک کے خلاف کھل کر دل کی بھڑاس نکالی گئی ہے ہمیں اپنے ان بزرگوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے مراحم خسروانہ، الطاف کریمانہ اور عنایات حاتمانہ کا انتظار تھا کہ اتقیاء وصلحاء کی ایسی عظیم جماعت کی عظیم تعلیمی درسگاہ جسے ''ازہر ہند'' کے لقب سے ملقب بھی کرلیا گیا ہے سے اٹھنے والی آواز ملت کے درد کا درماں بنے گی، مضطرب ماحول میں جینے والوں کے لیے قلبی سکون کا سامان فراہم ہوگا اور بے جہت ہوتے ہوئے، امت کے حالات اطمینان بخش سمت کی جانب گامزن ہوسکیں گے، مگر ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

سینکڑوں لاکھ کے سالانہ بجٹ سے چلنے والے عظیم الشان ادارہ کے باکمال ارباب حل وعقد اپنی عظمت ورفعت سے بے نیاز ہوکر اس مقام تک آگئے جہاں پہونچ کر ہم جیسے لوگوں کو شکوہ کناں ہونا پڑا کہ متانت، سنجیدگی اور بردباری نے ان قابل اور لائق احترام بزرگوں کا ساتھ کیوں چھوڑ دیا، ان سے جس قائدانہ بصیرت کی توقع تھی اسے بلاشبہ ٹھیس پہونچی ہے۔

کتاب وسنت کی عظمتوں کی امین سلفی جماعت کو بے اثر سمجھنے والے ہر دور میں خود بے وقعت ہوتے رہے ہیں تعداد میں کم ہونے کے باوجود بھی ہر مقام پر سرفرازی ان کا مقدر رہی ہے، شاید یہ بتانے کی ضرورت نہ ہو کہ اللہ کی یہ سنت ہمیشہ سے قائم ہے۔

گزارش ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے باوقار وبااختیار بزرگ خود بھی ایسی تجاویز پاس کرنے سے احتراز فرمائیں اور اپنے حلقۂ اثر کو بھی اپنی عظمت کے منافی حرکت وعمل سے دور رکھنے کی سعی جمیل کرتے رہیں، ورنہ انتشار وافتراق کی یہ سوچ پوری ملت کے لیے نتیجہ کے اعتبار سے بے حد اذیت ناک ثابت ہوگی۔

آج ملت کو اتحاد کی شدید ضرورت ہے ہمیں امید ہے کہ ہمارے یہ اصحاب فضل علماء کرام اتحاد کے قیام اور اس کی بقاء کے لیے اپنا قائدانہ کردار ضرور ادا کریں گے۔

فرمان رسول ﷺ ''الدین النصیحة'' دین خیر خواہی کا نام ہے۔ کے مدنظر یقین ہے کہ یہ سطور ناگوار خاطر نہیں ہوں گی۔ (نور توحید، ص:۴، مارچ ۲۰۱۳ء)

یہ ہمارے شیخ کی بہترین صحافت، قلمی توانائی اور فکری بلندی کی چند مثالیں ہیں آپ انہیں سے ان کے قلم کی پختگی اور شعور وآگہی کا اندازہ کرسکتے ہیں۔

ہمارے ممدوح شیخ مدنی اچھے قلمکار اور صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے خطیب بھی تھے، خطابت کے لیے ضروری ہے کہ مطالعہ وسیع ہو اور دنیا کے نشیب و فراز اور احوال وظروف پر بھی اچھی نظر ہو، یوں خطابت کے اجزاء ترکیبی میں کئی باتیں کہی جاسکتی ہیں لیکن خطابت کا سب سے اہم جو جزو وعنصر ہے وہ ہے اخلاص فی العمل کا جذبہ وولولہ۔ اسی طرح آواز میں نفاست اور لہجے میں تمکنت بھی خطابت میں چمک پیدا کرتی ہے، آج ہندوستان کے افق پر بہت سارے خطیب نظر آئیں گے مگر ان کی زبان میں وہ تاثیر نہیں ہے جو ایک خطیب کی خاصیت ہوتی ہے، بھیڑ جمع کرلینا، چٹکلے چھوڑنا اور جذبات کو برانگیختہ کرنا ہی خطابت نہیں ہے بلکہ خطابت کی اصل یہ ہے کہ آپ کی تقریر اور خطابت سے کتنے دلوں میں تبدیلی پیدا ہوئی، کتنے دماغوں کو روشنی ملی اور کتنوں کے رویوں میں بدلاؤ آیا اور پورے معاشرے پر آپ نے کتنا اچھا اثر چھوڑا ہے اور پھر اس کے اثرات کتنے دیرپا ثابت ہوئے ہیں اگر یہ چیزیں آپ کی خطابت میں پائی جاتی ہیں تو آپ ایک اچھے خطیب شمار کیے جائیں گے، ورنہ آپ کی حیثیت اس سیلاب کی سی ہوگی جو آیا اور چلا گیا لوگ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سچ کہا تھا، کہ تم ایسے زمانے میں ہو جس میں علماء زیادہ ہیں، خطباء کم، پھر ایک زمانہ آئے گا جس میں خطباء زیادہ ہوں گے علماء کم۔ (طبرانی، ح ۸۵/۶۶)

میرے ممدوح شیخ مدنی نے خطابت کے میدان کو بھی وقار بخشا اور اعتبار دیا، بڑے بڑے جلسوں کو خطاب کیا اور کامیاب خطاب کیا، آپ نے مشہور زمانہ منارۂ پاکستان کے میدان سے بھی خطاب کیا جہاں سے ہمارے اسلاف مولانا داؤد غزنوی، مولانا اسماعیل گوجرانوالہ، مولانا محمد حنیف ندوی، شورش کاشمیری اور علامہ احسان الٰہی ظہیر خطاب کرچکے تھے۔

میرے ممدوح شیخ مدنی میں صرف اتنی ہی خوبیاں نہیں تھیں، بلکہ ان کو سخن شناسی، سخن وری اور سخن طرازی کا فن بھی آتا تھا، آیئے ان کی شعری تخلیق پر تھوڑی سی گفتگو کرلی جائے تو بہتر ہوگا، شیخ مدنی کو شعر کہنے کا اچھا ذوق ملا تھا اور یہ ذوق فطری ووہبی تھا، مطالعہ نے اس میں جان ڈال دی تھی اور فنی معلومات کی جانکاری نے شعر گوئی میں سلیقہ مندی پیدا کردی تھی، شعر گوئی کو انھوں نے اپنا میدان یا محبوب مشغلہ نہیں بنایا، ورنہ شاعری کی دنیا میں بھی اچھا خاصا نام پیدا کرسکتے تھے لیکن۔ ''کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے''۔ شاید وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول:

ولو لا الشعر بالعلماء یزری لکنت الیوم اشعر من لبید

کو حرز جاں بنائے ہوئے تھے، اس لیے صرف شوقیہ یا اتفاقیہ شعر کہہ لیا کرتے تھے، ان کی ایک نظم ''مظلوم دامنی کی یاد میں'' کے عنوان سے ہے یہ نظم انھوں نے اسرار الحق مجاز لکھنوی کی نظم پر تضمین کی ہے۔ مجاز ترقی پسند ادب کے نمائندہ شاعر تھے اور ایک رومانی شاعر کی حیثیت سے شہرت پائی اور نام کمایا، لیکن ان کی نظموں میں رومانیت کے ساتھ ساتھ حقیقت کا رنگ بھی چھایا ہوا ہے جس سے انقلاب کا بھی کام لیا جاسکتا ہے اور اس زمانے میں لیا بھی گیا، اسی لیے فیض احمد فیض ان کی کتاب ''آہنگ'' کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''مجاز انقلاب کا ڈھنڈورچی نہیں، انقلاب کا مطرب ہے اس کے نغمے میں برسات کے دن کی سی سکون بخش خنکی ہے اور بہار کی رات کی سی گرم جوش تاثر آفرینی۔'' (جدید شاعری، ص:۳۲۱)

میرے ممدوح شیخ عبداللہ مدنی جو شعر وشاعری کی دنیا میں حامد سراجی کے نام سے جانے جاتے تھے مجاز کی طرح شہرت نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی شاعری کو اپنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میدان بنایا تھا، لیکن انھوں نے مجازؔ کی نظم کی تضمین پر جو نظم کہی ہے وہ اس نظم کی وجہ سے اعلیٰ پائے کے شعراء کی صف میں کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں میں پہلے مجازؔ کی نظم کے چند بند پیش کرتا ہوں، پھر شیخ مدنی یعنی حامدؔ سراجی صاحب کی نظم لکھی جائے گی، تاکہ آپ کو دونوں نظموں میں موازنہ کرنے میں آسانی ہو اور یہ بھی فیصلہ کرسکیں گے کہ شیخ مدنی کو اللہ نے کس قدر شعری صلاحیتوں سے نوازا تھا مگر آپ نے اس کو اپنا مشغلہ نہیں بنایا اور جب بھی کوئی نظم یا غزل لکھی، تو دعوت کے انداز میں ہی لکھی، آیئے مجاز کی نظم کے چند بند پڑھ لیے جائیں:

شہر کی رات اور میں ناشاد و ناکارہ پھروں
جگمگاتی جاگتی سڑکوں پہ آوارہ پھروں
غیر کی بستی ہے کب تلک دربدر مارا پھروں
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشتِ دل کیا کروں

یہ رُو پہلی چھاؤں یہ آکاش پر تاروں کا جال
جیسے صُوفی کا تصوّر جیسے عاشق کا خیال
آہ لیکن کون جانے کون سمجھے جی کا حال
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشتِ دل کیا کروں

جی میں آتا ہے، یہ مردہ چاند تارے نوچ لوں
اس کنارے نوچ لوں اور اُس کنارے نوچ لوں
ایک دو کا ذکر کیا ، سارے کے سارے نوچ لوں
اے غمِ دل کیا کروں، اے وحشتِ دل کیا کروں

لے کے ہر چنگیز کے ہاتھوں سے خنجر توڑ دوں
تاج پر اس کے دمکتا ہے جو پتھر توڑ دوں
کوئی توڑے یا نہ توڑے، میں ہی بڑھ کر توڑ دوں
اے غمِ دل کیا کروں، اے وحشتِ دل کیا کروں

بڑھ کے اس اِندر سبھا کا ساز وساماں پھونک دوں
اِس کا گلشن پھونک دوں اُس کا شبستاں پھونک دوں
تختِ سُلطاں کیا میں سارا قصرِ سُلطاں پھونک دوں
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشتِ دل کیا کروں

یہ وہ مشہور زمانہ نظم ہے جس پر شیخ مدنی نے اپنی نظم تضمین کی ہے شیخ مدنی کی نظم اس بات کا بھی سراغ دے گی کہ شیخ کو نظم یا غزل کہنے پر کتنی دسترس وقدرت حاصل تھی نیز شیخ کی نظم کس قدر دل کش اور دل موہ لینے والی ہے کہ خود بخود ان کے لیے دل سے دعائے مغفرت نکل رہی ہے، **اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ و اکرم نزلہ ووسع مدخلہ**، آمین۔

اس نظم کے پس منظر کے تعلق سے شیخ مدنی اپنے اداریہ کا آغاز یوں فرماتے ہیں:

''پڑوسی ملک ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں ۱۶ر دسمبر ۲۰۱۲ء کی شب سڑکوں پر دوڑتی بھاگتی بس میں ۶ رنفسانی درندوں کے ذریعہ فیزیوتھروپی کی طالبہ علامتی نام ''دامنی'' کے جسم وجاں پہ جو سانحہ گزرا اس نے نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا کے حساس انسانوں کو بے چین کردیا۔''

اسی ریپ، بلاتکار اور زنا بالجبر کے تناظر میں شیخ نے جو اپنی نظم لکھی تھی ملاحظہ فرمائیں۔ مظلوم ''دامنی'' کی یاد میں

تضمین بر نظم مجازؔ

ہے دیارِ قلبِ دلی میں عجب رقص جنوں
ہر طرف بے خوف سا طاری ہے شہوت کا فسوں
ہو رہی ہے درد کی ساعت ہر اک لمحہ فزوں
ہے سیاست آج کی نیچے دروں نیچے بروں
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں

عفت و عصمت کرامت مردو زن کی آبرو
لٹ رہی ہے بے خطر جاہِ جمالِ ماہ رو
کون آئے بالمقابل کون ہوئے روبرو
خندہ زن ہے شیطنت، انسانیت ہے بے سکوں
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں

''دامنی'' کی زیست پر یلغارِ شیطانی ہوئی
چند بھوکے بھیڑیوں کی ضرب نفسانی ہوئی
نفس کے ماروں سے اتنی سخت نادانی ہوئی
بہہ رہا ہے چار سو یوں عصمتِ نسواں کا خوں
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں

شاہ راہ عام پر بے بس نگہ داری ہوئی
قوم کی عزت سے چلتی بس میں بدکاری ہوئی
شمع روشن کے مقابل کیوں سیہ کاری ہوئی
ہائے یہ رنگ ثقافت وائے یہ دنیائے دوں
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں

کب تلک تاراج ہوگا آبرو کا یہ چمن
کب تلک لٹتا رہے گا یہ وقارِ انجمن
سرپھروں کے سامنے بے بس ہوا سارا وطن
کب تلک قانون کا ڈنڈا رہے گا سرنگوں
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں

(نورتوحید، ص ا، جنوری ۲۰۱۳ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ نظم ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جو راجدھانی دہلی میں واقع ہوا تھا جیسا کہ نظم کے شروع میں لکھا گیا ہے البتہ جہاں تک اس نظم کا تعلق ہے اس میں نظم کی تمام خوبیاں موجود ہیں اور زبان و بیان میں جو سلاست اور طلاقت ہے اس کی وجہ سے یہ نظم ایک اعلی پائے کی نظم کی حیثیت اختیار کر گئی ہے اس نظم میں ایک اچھوتا پن ہے ایک برائی کی خدوخال کا اظہار ایک نئے انداز اور نئے پیرائے میں کیا گیا، اگر چہ اس نظم میں ایک بیانیہ انداز اختیار کیا گیا ہے مگر نفسیاتی حقیقت نگاری نے اس میں جان ڈال دی ہے، بے شک اس کی تضمین مجاز لکھنوی کی نظم اور زمین پر ہے لیکن تضمین بھی آسان کام نہیں ہے یہ انسان کی زبان و بیان پر دسترس کی دلیل ہوتی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان زبان و بیان پر کس قدر قادر ہے، بظاہر یہ نظم جذباتی نظم ہے مگر اس میں ایک افادی اور دعوتی پہلو نظروں سے اوجھل نہیں ہے اس میں گہرے شعور و آگہی اور ادراک کا اظہار ہے، منظر نگاری واقعہ نگاری جذبات نگاری حقیقت و واقعیت کا روپ دھار گئی ہے، جو ان کی فنی سلیقہ مندی کا بھرپور احساس دلاتی ہے، اس قسم کی سنجیدہ نظمیں زندگی میں نئے تجربات کا پتہ دیتی ہیں نئے خیالات کی ترجمانی کرتی ہیں اور مشاہدے کا ایک نیا زاویہ پیش کرتی ہیں، فکر کی گہرائی، شعور کی پختگی، تخیل کی بلند پروازی، تجربہ کی فراوانی اور اسلامی مصادر پر گہری نظر ایسی شاعری کو جنم دیتی ہے جس میں کوئی آفاقی نظریہ پیش کیا جا سکتا ہے، جس میں سیاسی، سماجی، ثقافتی اور تہذیبی مسائل کی ترجمانی بھی ہوتی ہے،

سچ تو کہہ دوں مگر اس دور کے انسانوں کو
بات جو دل سے نکلتی ہے بری لگتی ہے
(اقبال ساجد)

قارئین کرام! ۲۰۱۵ء کا سال میرے لیے بڑا ہی الم ناک اور صبر آزما ثابت ہوا، اس سال کو میں عام الحزن سے تعبیر کروں تو غلط نہ ہوگا، یوں تو میرے کئی دوست اور ہم سبق ساتھی مجھ سے جدا ہو چکے ہیں، مگر ۲۰۱۵ء میں میرے تین نہایت بہترین دوستوں کو سفرِ آخرت پر روانہ ہونا پڑا اور میرے لیے صبر و شکیبائی کے سوا چارہ نہ تھا۔

دع الأيام تفعل ما تشاء
وطب نفساً إذا حكم القضاء

شیخ مدنی سے پہلے میرے نہایت مخلص دوست راشد شیخ جو ممبئی کے رہنے والے تھے ۲۳/اپریل کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے، وہ انگریزی تعلیم یافتہ تھے، شپنگ میں ایم اے تھے اور اپنا ذاتی کاروبار کیے ہوئے تھے، لیکن دینداری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، صوم وصلاۃ کی سختی سے پابند تھے، یوں تو پینٹ شرٹ ہی پہنتے تھے مگر پتلون ہمیشہ ٹخنے سے اوپر ہوتا تھا، لمبی گھنی داڑی جس کا واسطہ قینچی سے کبھی نہ پڑا ہو، پیشانی پر ذہانت ہویدا اور سجدے کی نشانی عیاں، خوبصورت چہرہ جس سے نورانی ٹپکتی ہو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ وہ شب زندہ دار اور قیام اللیل کے پابند تھے اللہ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آمین۔

راشد شیخ رحمہ اللہ سے پہلے میرے ہم وطن نہایت سنجیدہ، ذی علم اور بزرگ دوست ڈاکٹر محمد حسین علیگ تھے جو ۱۶/فروری ۲۰۱۵ء کو دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے ان سے میری شناسائی ۱۹۹۰ء میں قائم ہوئی اور ان کی زندگی کے آخری لمحات تک قائم رہی۔ ڈاکٹر محمد حسین صاحب کے بارے میں کیا لکھوں، بس اتنا لکھنا کافی ہوگا کہ مجھے ان سے عقیدت تھی اور ان کو مجھ سے محبت تھی، ڈاکٹر صاحب میرے عزیز ترین دوستوں میں سے ایک تھے۔

مجھ پر واجب ہے کروں ان کی شرافت کو سلام
ان کے اخلاق کو، کردار کو، عظمت کو سلام

۱۶/فروری ۲۰۱۵ء اور ۲۳/اپریل ۲۰۱۵ء کے بعد اب میرے شیخ محترم مدنی صاحب کی باری تھی ۲۲/دسمبر ۲۰۱۵ء، یہ ایسی یادگار تاریخیں ہیں کہ میں ان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا ہوں میں ان تینوں دوستوں کو ہمیشہ یاد کرتا رہتا ہوں، ان کے لیے دعائیں کرتا ہوں، اللہ ان تمام دوستوں کو جنت الفردوس عطا فرمانا اور اب دل ہی دل میں یہ شعر گنگناتا رہتا ہوں۔

آیا نہیں پلٹ کے کوئی بھی گیا ہوا
میں خود ہی جاؤں گا انہیں اب ڈھونڈتا ہوا

میں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور جملہ معترضہ کے طور پر میرے ان دو عزیز ترین دوستوں کا ذکر خیر زیر قلم آ گیا، اللہ میرے تمام دوستوں کی لغزشوں کو معاف کر دینا اور انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمانا، آمین یارب العالمین

میں شیخ محترم مدنی رحمہ اللہ کی شعر و شاعری پر گفتگو کر رہا تھا ہمارے شیخ میں بڑی خوبیاں تھیں، بڑی عمدہ صلاحیتوں کے حامل تھے، ایک باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے، میں کن کن خوبیوں، اچھائیوں اور صلاحیتوں کا ذکر کروں گا بس یہی چند گوشے جن پر میں نے روشنی ڈالی ہے آپ کی شخصیت کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہیں ایسے لعل و گہر زندگی میں بہت کم ملتے ہیں آپ کی شخصیت میں علمیت کے ساتھ جامعیت بھی تھی، آپ کی شخصیت میں اتنی دلکشی اور دل آویزی تھی کہ علمی حلقوں میں آپ کا وزن اور وقار محسوس کیا جاتا تھا لوگ آپ کو آنکھوں میں بٹھاتے تھے اور دلوں میں بساتے تھے، وہ جاتے جاتے شاد عظیم آبادی کی زبان میں ہم لوگوں سے یہ کہہ کر گئے۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری۔ خانوادۂ سلفیت کے روشن چراغ (دید وشنید کی روشنی میں)

عبدالمبین ندوی

وہ نمونۂ سلف تھا نہ رہا نقیب ملت اور برہان دیں تھا نہ رہا

مولانا عبداللہ بن عبدالتواب بن محمد زکریا بن عیدو میاں جماعت اہل حدیث کے مشہور عالم دین، معروف خطیب کے ساتھ ساتھ ایک بہترین صحافی اور پرگو شاعر، مدبر ومنتظم تھے۔

شاعری کے لیے حامدؔ سراجی تخلص اپنایا تھا۔ منشی عبدالتواب کے پہلے فرزند تھے، ۱۹۵۵ء میں جھنڈانگر نیپال میں پیدا ہوئے، جہاں ان کا خاندان موضع بیت نار سابق ضلع بستی سے ۱۹۱۵ء کے آس پاس منتقل ہوا تھا۔ ابتدائی تعلیم سراج العلوم جھنڈا نگر میں حاصل کرنے کے بعد ۱۹۷۶ء میں جامعہ سلفیہ بنارس میں اعلی تعلیم کے لیے داخل ہوئے، یہاں عالمیت سے فراغت کے بعد ندوۃ العلماء لکھنو میں عربی زبان وادب کے لیے شعبہ تخصص میں داخلہ لیا، لیکن یہاں تعلیم کی تکمیل ابھی باقی تھی کہ عمرہ کرنے گئے، انٹرویو دیا، قسمت نے یاوری کی اور جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ میں داخلہ مل گیا۔ یہاں سے ۱۹۸۱ء میں لیسانس فی الشریعہ کی ڈگری حاصل کی اور وطن مالوف واپس آکر درس وتدریس اور تصنیفی ودعوتی خدمات انجام دینے لگے، فراغت کے بعد سب سے پہلے جامعہ سلفیہ جنکپور (نیپال) سے تدریسی خدمات کا آغاز کیا، جو ابھی تازہ تازہ قائم ہوا تھا، جہاں کئی لائق اساتذہ اکٹھا ہو گئے تھے، لیکن بہت جلد یہ نوخیز ادارہ باہمی چپقلش کا شکار ہو کر تاریخ ماضی کا ایک حصہ بن گیا۔ بعدہٗ مولانا مدنی ''تولہوا'' کے ادارہ مرکز الامام احمد بن حنبل میں کئی سال تک کامیاب مدرس رہے۔ اس کے علاوہ بھی بعض جگہوں پر تدریسی خدمات انجام دیے، چونکہ طبیعت میں ایک مرکزی دینی وتعلیمی ادارہ کی تاسیس وتعمیر کا جوش وجذبہ موجزن تھا لہذا وقت اور حالات کے تقاضے کی تکمیل کے لیے کرشنا نگر (جھنڈانگر) میں ۱۹۸۹ء میں مرکز التوحید کے نام سے ادارہ قائم کیا، جس کے تاحین حیات مؤسس وصدر رہے، اسی کی نگرانی میں ایک اقامتی دینی وتعلیمی ادارہ بچیوں کے لیے بنام ''مدرسہ خدیجۃ الکبری'' پہلے اپنے گھر میں قائم کیا اور بہت جلد یہ ادارہ اپنی بلڈنگ میں منتقل ہو گیا، دیکھتے دیکھتے اپنی معنویت وافادیت کے لحاظ سے وقت کی ضرورت بن گیا، جسے اولین اقامتی ادارہ کی حیثیت حاصل ہو گئی، جہاں سے سیکڑوں ہزاروں بچیاں فارغ ہو کر مختلف علاقوں میں دینی ودعوتی وتدریسی خدمات انجام دے رہی ہیں۔

مولانا مدنی کے اچانک ۲۲ر دسمبر ۲۰۱۵ء کے انتقال کے بعد حالات کچھ ایسے ہوئے کہ اس کی باگ ڈور کون سنبھالے گا؟ لیکن جلد ہی حالات پر قابو پا کر بعض مخلصین کی کوششوں سے ایک بہترین متبادل تلاش لیا گیا اور مرحوم کے برادر خورد مولانا عبدالعظیم مدنی کو جو سلجھے ہوئے ذہن ودماغ اور علمی وانتظامی امور کے تجربہ کار ہیں، مولانا جھنڈانگری کی جگہ پر مکمل ذمہ داری سونپی گئی، جسے موصوف اور ان کے منجھلے بھائی زاہد آزاد جو ایک صحافی اور شاعر بھی ہیں اور خانوادۂ مولانا مدنی کے دیگر برادران مثلاً ڈاکٹر سعید احمد (مہتمم)، مولوی عبدالنور، ومولانا محمد اکرم عالیاوی وغیرہم مل کر تعلیمی اداراتی کاموں کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کے ساتھ دست راست بن کر مولانا مطیع اللہ مدنی مولانا عبدالقیوم مدنی وغیرہ نہایت خلوص ولگن سے تدریسی واداراتی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ وفقہم اللہ جمعیا۔

مولانا مدنی کی اچانک وفات خاص طور سے طبقۂ علماء میں اندوہناک ثابت ہوئی، گو موصوف نے طبعی عمر پائی، لیکن ہم ان کے لیے اس سے زیادہ درازئ عمر کے متوقع تھے، موصوف بعض دعوتی واداراتی کاموں سے کاٹھمانڈو تشریف لے گئے اور صحت مند تھے، مگر فرشتہ اجل نے وہیں آگھیرا شوگر کا ایک بارگی بڑھ جانا موت کا بہانہ بن گیا اور وہ ہم سب سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے۔ بقول شاعر

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

اصلی وطن میں پردادا کی شہادت اور مہاجرت:

مولانا مدنی کا اصل آبائی وطن راقم کا گاؤں موضع بیت نار سابق ضلع بستی تھا، جہاں ان کے جد اعلی جناب عیدو میاں ۱۹۴۷ء کی تقسیم سے بہت قبل ایک بلوہ میں شہید ہوئے تھے، اس کے بعد ہی ان کا خاندان بستی ضلع سے مہاجرت کر کے جھنڈا نگر آکر آباد ہوا، بلوہ کے تعلق سے مولانا عبدالشکور دور صدیقی رحمہ اللہ اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں:

''ہمارا موضع بیت نار محل وقوع کے لحاظ سے غیر محفوظ تھا، کیونکہ ہندو کی کثیر آبادی والے مواضعات کے دائرہ میں تھا اور گائے کی قربانی کا ایک بہت بڑا بلوہ وفساد ہندو مسلم کے مابین انگریزی راج میں گاؤں میں ہو چکا تھا، جس میں میاں محمد زکریا انصاری کے والد محترم جناب عیدو میاں صاحب شہید کر دیے گئے تھے، اس بلوے کا تعلق ہمارے گاؤں سے نہیں بلکہ قریبی موضع ''محمد پور'' سے تھا۔ جس پر قرب وجوار کے ہندو ذبیحہ کی وجہ سے حملہ کرنا چاہتے تھے مگر گاؤں کے کچھ بوڑھوں نے موضع بلوا دریا باؤ کے پوکھرے پر جمع بلوائیوں کو منع کیا، کہ چھوٹے گاؤں پر کیوں حملہ کر رہے ہو، اگر حملہ کرنا ہے تو بیت نار پر کر کے دیکھو، چنانچہ گاؤکشی کے نام پر وہ مشتعل ہجوم موضع بیت نار پر ٹوٹ پڑا، (منقول از ذاتی ڈائری غیر مطبوعہ، وخطبہ استقبالیہ از راقم: ۲۰۰۵ء ص: ۸) بقول شاعر

ہمارے خون دل سے بن گئی ہے بہت رنگیں عبارت ماجرا کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بیت نار کے مسلمانوں کے پاس غلیل لاٹھی اور اینٹے کے علاوہ کوئی ہتھیار نہ تھے لیکن جب گاؤں کی حفاظت میں جوان اور بوڑھے نکلے تو چشم دید لوگوں کا بیان ہے کہ آنے والے بلوائیوں پر من جانب اللہ ایسا رعب طاری ہوا کہ چیخ مارتے ہوئے الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ان کے پاس تلوار و گھوڑے نہیں تھے اور یہ لمبے قد کے لوگ کہاں سے آگئے ہیں اس بھگدڑ میں کسی کے ہاتھ ٹوٹے، کسی کے پیر، گویا میدان بدر کا نقشہ تھا، جو اللہ نے یہاں کی سرزمین پر دہرایا تھا، گویا ''سنلقی فی قلوب الذین کفرو الرعب بما اشرکوا'' کی عملی تفسیر تھی ہندو بلوائیوں نے اپنی نسلوں کو تنبیہ کردی تھی تم ہر جگہ سے لڑائی کرنا لیکن بیت نار کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھنا، جس کا اثر و رعب آج تک اہل علاقہ (ہندو) پر طاری ہے۔

اسی فساد و بلوہ کے پس منظر میں و مولانا مدنی کے جد اعلیٰ جناب عیدو میاں قضائے حاجت کے لیے ایک باغ کی طرف گئے تھے یا بقول بعض بلوائیوں کو کھدیڑتے ہوئے یکا و تنہا پڑ گئے تھے اور ہندوں نے گھیر لیا اور اس قدر زدوکوب کیا کہ مردہ سمجھ کر چھوڑا، متعلقین کو خبر ہوئی، برائے علاج بستی لے جاتے ہوئے راستہ میں جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس طرح حق و باطل کی لڑائی میں جام شہادت نوش کیا۔ سنا گیا ہے کچھ بدعقیدہ لوگوں نے شہر بستی کے پاس ان کے نام سے مزار بھی بنا رکھا ہے جس کی اسلام میں نہ صرف سخت ممانعت ہے بلکہ شرک ہے۔ جبکہ جناب عیدو میاں کٹر موحد و متبع سنت تھے۔

مذکورہ حالات سے دوچار ہو کر مولانا عبداللہ مدنیؒ کے دادا حضرت میاں محمد زکریا صاحب جو صالح و متقی نوجوان تھے عین شباب میں مع خاندان جھنڈانگر (نیپال) منتقل ہو گئے اور نیپال کے اولین سلفی ادارہ ''مدرسہ سراج العلوم'' کے ذمہ داروں کی دعوت پر نہایت اخلاص و دیانت کے ساتھ مکتب میں ۵۰ برس تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ یہاں آنے کے بعد اس خاندان کو اللہ نے کافی فراخی دی اسے دینی و دنیاوی شہرت ملی، بالخصوص مولانا عبداللہ مدنی کی تعلیمی و دعوتی و رفاہی خدمات سے اس خاندان کو مزید شہرت ملی۔ بقول شاعر

وکم أب قد علا بابن ذوي شرف کما علا برسول الله عدنان

میاں صاحب کے گھرانے سے تعلقات: میاں محمد زکریا صاحب کے گھرانے سے ہمارے خاندان کا بڑا گہرا تعلق تھا۔ دونوں الگ الگ خاندان تھے، لیکن قدیم گھر پڑوس میں واقع تھا، دینی مزاج یکساں تھا۔ میاں صاحب کے والد عیدو میاں اور راقم کے پردادا مولا بخش دونوں بقول مولانا دور صدیقی معروف مبلغ مولانا اظہر صاحب سے بیعت تھے۔ علاقہ میں اہل حدیثیت کا فروغ پردادا مرحوم سے ہوا۔ استاذ گرامی مولانا دور صدیقی جو عرصہ تک جھنڈانگر اور بسکوہر میں مدرس تھے، اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں:

''مولانا اظہر صاحب جوادئی پور ضلع گونڈہ (حال بلرام پور) متصل تلشی پور میں رہتے تھے اکثر اس علاقہ کا دینی دورہ فرماتے ان کی آمد پر بیت نار کے مولا بخش شاہ جو حاجی سعید (میرے چھوٹے دادا) کے والد محترم تھے بیعت ہوئے، ساتھ ہی میاں محمد زکریا کے والد محترم عیدو میاں بیعت ہوئے۔'' (منقول ذاتی ڈائری از مولانا دور صدیقی، خطبۂ استقبالیہ از راقم مطبوعہ ۲۰۰۵ء ص: ۸)

ہمارا پورا علاقہ بدعت زدہ تھا، صحیح عقیدہ و سلفیت کے قبول کرنے اور اس کے فروغ کے لیے ہمارے بزرگوں نے بڑی قربانیاں دیں ہیں، پردادا مرحوم نے اپنی دوہل کی کھیتی چھوڑ دی تو خاندان و علاقہ ان کا مخالف ہو گیا، مولانا دور صاحب نے اپنی مذکورہ ڈائری میں آگے اس طرح بیان کیا ہے:

''ایک خاندان شاہ صاحبان کا تھا جن میں ''مولا بخش میاں'' دین داری کا خاص ذوق رکھتے تھے اور کافی کھیتی باڑی رکھتے تھے مولانا اظہر صاحب کے ہاتھ پر حرام خوری سے توبہ کر چکے تھے، گھاس کے نام پر کسانوں کی کھتی کا نقصان ہوتا، اخروی نجات مشکل تھی، اس لیے دوہل کی کھیتی بے جھجک چھوڑ بیٹھے اور معمولی لباس پہننے لگے، چند سامان بلرامپور سے لا کر معمولی تجارت کرنے لگے اور رات دن گیہوں کی دلیا معمولی آموں کی چٹنی پر بسر کرنے لگے اور اسی عالم میں دنیا سے رخصت ہوئے۔'' (ذاتی ڈائری از دور صاحب)

یہ تاریخی شہادت یہاں اس لیے نقل کی ہے کہ آئندہ نسلوں کو پتہ چلے کہ اہل حدیثیت کا فروغ ہمارے اسلاف نے کس قدر مالی و معاشرتی قربانیوں کے بعد کیا، جب کہ آج کے دور میں آدمی ایک انچ بھی زمین چھوڑنے کے لیے تیار نہیں بلکہ مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

ان بزرگوں کو تو آنکھوں سے نہیں دیکھا البتہ ان کے عظیم کارنامے جنھیں کانوں سے سنا ہمارے لیے مشعل راہ ہیں البتہ مؤخر الذکر جناب میاں محمد زکریا صاحب مرحوم کو نہ صرف آنکھوں سے دیکھا بلکہ متعدد بار ملا اور ان کی شفقتوں اور محبتوں سے بہرہ ور بھی ہوا۔ خاص کر جب میری شادی جھنڈانگر سے متصل موضع دھنورہ بزرگ میں الحاج چچا ضیاء اللہ صاحب مرحوم کی بھتیجی سے ہوئی اور جب وہاں آنا جانا ہوتا تو بابا زکریا رحمہ اللہ سے ملنے ضرور جاتا، جب سے تعارف ہوا کہ یہ پردھان عبدالخالقؒ کے لڑکے ہیں تو قدیم تعلق کی بنا پر محبت میں مزید اضافہ ہو گیا اپنے ساتھ گھر میں لے جاتے کھانے کے لیے اصرار فرماتے اور پورے خاندان و گاؤں بھر کے احوال معلوم کرتے، یہ ان بزرگوں کی خوردوں کے ساتھ محبت و اپنائیت تھی کثر اللہ امثالھم۔

مولانا مدنی خانوادۂ سلفیت کے روشن چراغ: انھیں میاں صاحب کے بڑے پوتے مولانا عبداللہ مدنی تھے، جو خانوادۂ سلفیت کے روشن چراغ نیز کشادہ دل و دماغ کے مالک تھے، جدید و قدیم دونوں خیالات میں حد اعتدال پر تھے، مسلک سلف کے متحمس و مخلص داعی تھے اور اسلام کے ایک مستعد سپاہی کی حیثیت سے کوہِ ہمالہ کی چوٹی سے لے کر خلیج بنگال اور کشمیر سے کنیا کماری تک نیز خلیجی و یورپی ملکوں میں دعوت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وتبلیغ کی غرض سے ہمیشہ رواں دواں رہتے تھے۔ جہدِ مسلسل، عملِ پیہم، بلند ہمتی، وسیع النظری اورعزم ویقین ان کی زندگی کا عنوان تھا۔ مولانا مدنی اخلاقی اعتبار سے نہایت بلند وباوقار وملنسار تھے، پابندیٔ اوقات کے ساتھ اذکار وادعیۂ ماثورہ کا بھی اہتمام کرتے۔ یہ چیزیں آج کے علماء میں بہت کم ہوتی جارہی ہیں۔

قدیم وطنی تعلق کی بناپر راقم کے موصوف سے ندوہ کے زمانہ طالب علمی سے لے کر آخری عمر تک اچھے مراسم قائم رہے۔ جب بھی ملتے تو مسکرا کر کہتے کہ آپ تو ہمارے گاؤں کے ہیں۔ جھنڈانگر جب ۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۶ء میں ماہنامہ السراج کا مدیر تھا تو اسی محبت وحسن وتعامل کا مظاہرہ کرتے، موصوف کو سلفیت سے والہانہ لگاؤ وراثت میں ملا تھا۔ زمانہ ندوہ میں دوران تعلیم ہاسٹل کے بجائے نادان محل روڈ کی مسجد اہل حدیث میں اپنے چچازاد بھائی ڈاکٹر سعید کے ساتھ قیام کرتے۔ مسجد میں قیام کا مقصد یہی تھا کہ مسلک سلف کا فروغ ہو، جب تک یہ لوگ رہے مسجد آباد رہی جمعہ وجماعت کا اہتمام کرتے، مسجد کی تولیت قنوج کے عطرفروش صاحبان کے ہاتھ میں تھی، جیسے ہی یہ لوگ ہٹے تو کچھ تبلیغی جماعت کے لوگوں نے منت سماجت کرکے ایک حنفی امام مقرر کرادیا کہ فلاں صاحب بہت ضرورت مند ہیں، ان کے آتے ہی مسجد اہل حدیثوں کے قبضہ سے نکل گئی اور احناف کا بالجبر قبضہ ہوگیا۔ جمعیت اہل حدیث لکھنو کے لیے جب آفس بنانے کی ضرورت پڑی تو قلب شہر کی یہ موزوں ترین جگہ ہاتھ سے نکل چکی تھی، اگرچہ بعد میں لکھنؤ میں کئی اہل حدیث مساجد کا اضافہ ہوالیکن اس جگہ کا بدل نہیں ملا۔

مولانا عبداللہ مدنی سے وفات سے کچھ قبل تک ملاقات ہوتی رہی، سال گزشتہ مولانا مدنی وفاع جمعیت اہل حدیث کے ایک اہم کانفرنس میں جس میں دکتور وصی اللہ عباس، شیخ صلاح الدین مقبول، شیخ عبدالوہاب خلجی، شیخ عبدالمعید مدنی اور مولانا راشد حسن سلفی حفظہم اللہ کے ساتھ نیپال سے تشریف لے گئے تو آتے جاتے جمعیت اہل حدیث میں قیام فرمایا۔ اسی طرح دہلی کے دیگر پروگراموں میں آتے تو اسی جمعیت میں قیام فرماتے۔ شفقت وتکریم کا معاملہ کرتے، گزشتہ سال اپنی زندگی کے آخری سیمینار میں اوراس سے بھی قبل راقم کو مدعو کیا، آخری سیمینار میں شرکت کے لیے فون بھی کیا مگر دلی خواہش کے باوجود بھی محروم رہا، ان کے پروگرام میں شرکت اس وقت ہوئی جب وہ اس دنیا سے کوچ کرچکے تھے، ان کا قائم کردہ ادارہ اور جاری کردہ ماہنامہ ''نور توحید'' اپنے مضامین کے اعتبار سے منفرد حیثیت رکھتا ہے، کم الفاظ میں دریا کو کوزے میں بند کرنے کا ہنران کو آتا تھا اللہ تعالی ان کی خدمات کو شرف قبولیت عطافرمائے، اوران کے جلائے ہوئے تمام چراغوں کو تاابد روشن رکھے، ان کے وارثین کو ہمت وحوصلہ بخشے۔ ع داتا رکھے آباد ان ساقی تری محفل کو

نیز:

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

(ص: ۳۴ کا بقیہ) کہ اپنے آپ کو مدرسہ خدیجۃ الکبری کے لیے وقف کردیا تھا، تعلیم وتربیت کی طرف پورا انہماک، خدیجۃ الکبری سے متعلق انتظامی سرگرمیاں اور اسی طرح ادارہ سے متعلق تمام امور پر یکساں نظر رکھتے تھے، درس وتدریس کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے اور وعظ ونصیحت میں بھی اپنی مثال آپ تھے، مرکز التوحید سے متعلق تمام شعبہ جات کی ذمہ داری آپ ہی کے سپرد تھی۔ مولانا پوری زندگی قوم کی خدمت کرتے رہے، اپنے ذاتی مفاد کے لیے کچھ بھی نہ کیا، ادارہ کے قیام سے قبل اپنا جوذاتی گھر تعمیر کیا اسی پر اکتفاء کیا، نہ بینک بیلنس اور نہ زمین وجائداد کی خریداری کی۔ سنا ہے وفات سے قبل مدرسہ سے متصل اپنا ایک چھوٹا سا ذاتی مکان بنوایا تھا۔ ساری زندگی ادارہ کے فلاح وبہبود کے لیے سوچتے رہے اور اسی کام میں منہمک رہے، یہاں تک کہ اللہ رب العالمین کی طرف سے بلاوا آگیا اور رفیق اعلی کی دعوت پر جان جانِ آفریں کے حوالے کردی۔

مولانا مدنی رحمہ اللہ نے ملت اسلامیہ نیپال کے لیے آب زر سے لکھے جانے کے لائق ایک نمایاں کام یہ انجام دیا کہ مسلم کمیونٹی ہال تعمیر کروایا جس میں مسلمانوں کے مختلف مسائل پر یہاں کانفرنس، اجتماعات اور مجالس نکاح کا انعقاد ہوتا ہے، بلاشبہ یہ اہم ملی کام مولانا کے باقیات صالحات میں سے ہے۔

نسواں اقامتی درسگاہ کا قیام آپ کا سب سے اہم کارنامہ ہے، جس میں سات سو کے قریب بچیاں زیر تعلیم ہیں، کارکنان کی ایک جم غفیر ہے جو اپنے اپنے فرائض پر کمر بستہ ہیں اور معلمات الگ اپنے فرائض میں منہمک ہیں، چچا حضرت مولانا عبدالوہاب ریاضی رحمہ اللہ کو مدرسہ کے قیام کے وقت سے ہی مدرسہ کا مہتمم چن لیا گیا جنھوں نے تاحیات اپنا فریضہ بخوبی انجام دیا۔ اللہ اجر جزیل سے نوازے۔ آمین

الحمد اللہ مولانا کے سچے جانشینوں میں مولانا ڈاکٹر سعید احمد صاحب اثری، مولانا عبدالعظیم مدنی، مولانا عبدالخبیر مدنی زاہد آزاد جھنڈانگری، محترم بابو عبدالنور، مولانا محمد اکرم عالیاوی اور مولانا عبدالصبور ندوی حفظہم اللہ وغیرہ کی ایک بھاری ٹیم ہے جو مولانا مدنی رحمہ اللہ کے مشن کو آگے بڑھانے اوراسے کامیاب بنانے کے لیے دل وجان سے فدا ہے، اللہ موصوف کے جانشین کی مدد فرمائے۔

اخیر میں، ہم مولانا رحمہ اللہ کے حق میں بصمیم قلب رب العالمین سے دعا کرتے ہیں کہ مولانا کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطافرمائے، آپ کے قائم کردہ ادارہ کو ترقی واستحکام عطافرمائے، آپ نے ملت اسلامیہ کے لیے جو نمایاں کام انجام دیا ہے اسے شرف قبولیت بخشے، مولانا کے جانشینوں کے دلوں میں وہی امنگ وہی تڑپ اوراخلاص بھردے جو مولانا کے دل میں تھا اور مولانا کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطافرمائے۔ آمین

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے ؎ سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے
مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا ؎ نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وادیٔ نیپال میں سرمایۂ سنت کا نگہبان

(حضرت مولانا عبداللہ مدنی کا سانحۂ ارتحال)

مولانا راشد حسن سلفی مبارکپوری (نئی دہلی)

بات کوئی پندرہ سال پرانی ہے، جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر کی مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد اعلان ہوا، طلبہ مسجد میں ہی رکیں، پروگرام کا آغاز ہوا، دو وجیہ اور روشن شخصیتیں نمودار ہوئیں، شکل وشباہت ایک جیسی گوراچٹا رنگ، سروقد، شمشاد قامت، عزم وحوصلہ اور جرأت وبسالت کے نقوش چہرے پر ہویدا، کم سنی ضرور تھی مگر عظمت کا رعب بیٹھ گیا، بعد میں اعلان ہوا حضرت مولانا عبدالوہاب خلجی اور حضرت مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں، مولانا خلجی کے بعد مولانا عبداللہ مدنی کا اولوالعزمانہ خطاب ہوا، خطاب میں علم کی راہ میں علو ہمتی اور جانکاہی کا تذکرہ تھا، کلام میں شائستگی، لطافت، دریا کی روانی اور سمندر کی طغیانی تھی، اس وقت ان کو دیکھا اور علمی متانت، عظمت اور وقار وشائستگی کا سکہ بیٹھ گیا، پھر متعدد بار ابومحترم کی دعوت پر حضرت مولانا مدنی کو گھر میں آفتاب کی آب و تاب سے طلوع ہوتے اور روشنی بکھیرتے دیکھا اور سنا، اس کے بعد سے اس نام کی معتبریت کا اندازہ فزوں تر ہوتا گیا، مرور ایام کے ساتھ شناسائیاں، ملاقاتیں، گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ پھر یہ ساری چیزیں بے پناہ عقیدت ومحبت اور وارفتگی میں تبدیل ہوگئیں، اس عقیدت کا تعلق علمی شعور، بلندی اخلاق، داعیانہ عظمت، سادگی طبع، حسن ذوق، عالمانہ تواضع، ادیبانہ وضع داری اور بلند پایہ خاکساری کے سبب تھا، کیا خبر تھی ۲۲؍دسمبر ۲۰۱۵ء کی صبح یہ ساری چیزیں بیک وقت دفن ہو جائیں گی، مولانا رحمہ اللہ ۲۲؍سے ایک ہفتہ قبل کاٹھمنڈو قطر ایمبیسی کے ایک پروگرام میں شرکت کی غرض سے گئے تھے، سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا، شوگر کا مرض پہلے سے تھا، پروگرام سے نکل کر سیدھے اسپتال گئے اور وہاں حالت زیادہ نازک ہوگئی، اخیر میں ۳؍بار ایک ایک گھنٹہ کے وقفہ سے دل کا دورہ پڑا اور عالم اسلام کے قافلۂ سنت کا یہ عظیم سپاہی ملت اسلامیہ کو روتا بلکتا چھوڑ کر چل بسا۔ دس بج کر دس منٹ پر میں نے برادرم عبدالصبور ندوی سے خیریت دریافت کی اور ٹھیک تین منٹ بعد برادرم کا پیغام آیا عم گرامی مولانا عبداللہ مدنی چل بسے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آہ... ہمارے لیے یہ خبر کس قدر روح فرسا تھی کہ قلم کو یارائے ضبط نہیں، اس غیر متوقع اور اچانک خبر سے طبیعت میں عجیب وغریب افسردگی پیدا ہوگئی، غم واندوہ کے سیاہ بادل چھا گئے، حضرت الاستاذ شیخ صلاح الدین مقبول احمد حفظہ اللہ آفس تشریف لائے، زبان پہ خموشی اور آنکھیں غم کے آنسو برسا رہی تھیں، ایک دیرینہ رفیق کی رحلت پر دل غمناک تھا، طے ہوا کہ محب سنت کا آخری دیدار ہو، شیخ صلاح الدین مقبول احمد حفظہ اللہ اور برادرم عبدالقدیر کی رفاقت میں روانہ ہوئے، لکھنؤ سے حضرت الاستاذ شیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ کا بھی ساتھ ہوگیا، کاشانۂ نور توحید پر پہونچے تو ماحول نالہ وشیون میں ڈوبا ہوا تھا۔ نعش مدرسہ خدیجہ کے داہنے جانب مجوزہ لائبریری میں رکھی ہوئی تھی، پہونچ کر اک آخری الوداعی نگاہ عقیدت ڈالی اور عہد گذشتہ کی سنجیدہ صحبتوں، دلکش یادوں اور لطیف ملاقاتوں کے اوراق غیر شعوری آنسوؤں سے تر ہوگئے، یادوں کے دلخراش جھونکوں نے صحرائے شیون میں پڑے دفتر ہستی کا ایک ایک ورق الٹ ڈالا، اس طرح کہ اس میں ثبت مسکراہٹوں کی نامعلوم خوشبو سے مہک مہک اٹھا، اس میں پنہاں لطیف ظرافتوں سے چہک چہک اٹھا، عظمت کی بلندیوں اور اور سعادت کی مہرتابیوں سے دل کی نگری میں سرور کے تارے جگمگائے، کوہ نیپال پہ سنت کی نگہبانی کے آثار چرخ مسرت پہ جھلملائے، بالآخر یادوں کی کہکشائیں اس شعر کے جلو میں سمٹ آئیں:

بھلا سکیں گے نہ اہل زمانہ صدیوں تک　　مری وفا کے مری فکر وفن کے افسانے

آہ... آج ہند ونیپال کی عظمت کا ماہتاب آخری مرتبہ سلام الوداع کہہ کر غروب ہوتا ہے.....

آہ... آج نیپال میں دینی، علمی وادبی صحافت کا معمار وترجمان سفر آخرت کو روانہ ہوتا ہے.....

آہ... آج نیپال میں تعلیم نسواں کا بانی کاروبار دنیا دوسروں کے حوالہ کرتا ہے.....

آج وہ جاتا ہے جس کی عظمت وخطابت اور شرافت ونجابت کا چراغ ربع صدی تک جلتا رہا ہے، ہر بڑی مجلس جس کے دم سے ضیابار رہی، علم وادب، تہذیب وثقافت اور تواضع فروتنی کا وہ کون سا مرحلہ ہے جو انہوں نے قطع نہ کیا ہو، مجلہ نور توحید کے رئیس التحریر تھے، تادم وفات تقریبا ۲۸؍سال مسلسل اداریے لکھے، اہم علمی وادبی مضامین پر خصوصی نوٹ لگائے، دینی اور بلند پایہ علمی صحافت کا ایک معیار قائم کیا، مدرسۂ نسواں قائم کرکے پورے خطے کی بچیوں کو اسلامی علوم سے روشناس کیا، دنیا کے مختلف موتمرات، کانفرنسوں اور اجلاسوں میں نمائندگی کی اور حق ادا کیا، شعر وسخن کے پامال کوچہ میں بھی استاذیت کا درجہ حاصل کیا، باطل افکار ونظریات پر نثر کے دو بدو نظم میں بھی رو وقدح کیا، خطابت میں روانی، لطافت، انشائیت، حسن انتخاب، علمیت اور حد درجہ تاثیر ان کی پہچان بن گئی تھی۔

انشاپردازی (تحریر) اور زبان آوری (تقریر) دونوں کشوروں کے یکساں تاجدار تھے، سخن سنجی اور اعلی مذاقی ان کے طائر کمال کے شہپر تھے، ندوہ، سلفیہ اور جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے بیک وقت فیض یافتہ تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس عظمت کے علی الرغم مزاج میں چاشنی، طبیعت میں نرم خوئی اور فطرت میں خنکی تھی، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت و محبت ان کی زندگی کا ایک نہایت خوبصورت پہلو تھا، سخاوت و فیاضی غالبا ان کا خاندانی وصف تھا، آج یہ ساری خوبیاں بیک وقت کھو گئیں، یہ سارے اوصاف آج منوں مٹی کے نیچے دب جائیں گے، یہ ساری خوبیاں ایسی تھیں جن کا ہر شخص قائل تھا، زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی..... آہ اے عظیم کردار آج تو ہمارے درمیان نہیں، ہماری بزم علم سونی ہوگئی، تو نظر آئے نہ آئے ہمیشہ لوگوں کے دل تیری یادوں سے آباد رہیں گے، تیری خوبیاں اور کمالات وفضائل نہاں خانۂ دل میں محفوظ ہیں جو پیکر دعا بن کر بارگاہ فیاض ازل کے حضور سجدہ ریز ہوتے رہیں گے۔

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر

راہ بقا کے مسافر! آج تو قافلہ محبت کو داغ مفارقت دے کر رخصت ہوگیا اور محبت ادھوری رہ گئی، کیا تجھے خبر نہیں کہ یادوں کے نمک زندگی کے زخم پر ایک ناسور بن گئے ہیں، قافلہ کا ہر رکن تجھے یاد کر کے رو پڑتا ہے، آہ تیری ہر ہر ادا اب ایک موہوم خواب بن کر رہ گئی، ہائے یہ زندگانی کس قدر حقیر اور بے معنی ہے، ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ شجر ثقافت وعرفاں کا ہر ہر پتہ ٹوٹ کر داستان پارینہ بن جائے گا، اس وقت تماشہ گاہ عالم کی رونق اجڑ جائے گی، آسمان شعور وآگہی کے چند تارے مہ کامل بن کر بزم گیتی میں اپنی کرنیں بکھیر رہے ہیں اللہ ایمان ویقین اور صحت و عافیت کی قندیل سے ان کی زندگی کو تادیر روشن رکھے۔

مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ یادیں دیرینہ بھی ہیں اور بے شمار بھی، ابھی ۱۶ر اکتوبر کو ایک عالمی کانفرنس میں شرکت کے لیے کشمیر انہیں کی رفاقت میں جانا ہوا، دہلی تشریف لائے اور یہاں ایک آدھ دن قیام کے بعد ہم وہاں گئے، ہمارا یہ قافلہ شیخ ڈاکٹر وصی اللہ عباس (پروفیسر جامعہ ام القری مکہ، و مدرس حرم مکی) شیخ عبدالمعید مدنی، شیخ عبدالوہاب خلجی، شیخ عبداللہ مدنی پر مشتمل تھا، شیخ رضاء اللہ عبدالکریم مدنی بیماری کی وجہ سے نہ جاسکے، اور شیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی کچھ پہلے تشریف لے جاچکے تھے، اس میں ان اکابرین کی صحبت بڑی خوبصورت اور مفید رہی، حیرت ہوئی کہ ڈاکٹر وصی اللہ حفظہ اللہ کو عربی شاعری کے ساتھ اردو شاعری پر بڑی اچھی نگاہ ہے، علامہ تقی الدین ہلالی مراکشی کے لمبے قصیدے زبانی سنائے اور بتایا کہ علامہ مراکشی کے بہت سے نادر قصیدے صرف میرے پاس تھے جو شیخ مشہور حسن سلمان (تلمیذ شیخ البانی رحمہ اللہ) کی طلب پر انہیں دے دیے، ان اکابرین کے مابین اردو شاعری پر پورے سفر گفتگو ہوتی رہی، اس وقت اندازہ ہوا کہ ہمارے ممدوح شیخ عبداللہ مدنی کا ذخیرہ شعر وسخن بڑا عظیم ہے، شعری تبادلے کی یہ بزم بڑی خوبصورت لگی، خاکسار بھی کبھی کبھی جرأت کر لیتا، بات جام و مینا کی چل رہی تھی موضوع سے ہم رشتہ جگر مرادآبادی کا ایک شعر پڑھا گیا:

یہ جناب شیخ کا فلسفہ جو میری سمجھ میں نہ آسکا
جو یہاں پیو تو حرام ہے جو وہاں پیو تو حلال ہے

تو شیخ عبداللہ مدنی رحمہ اللہ نے برجستہ کسی شاعر کا جوابی شعر سنایا، افسوس کہ وہ شعر یاد نہ رہا۔

جب کشمیر (سرینگر) پہونچے تو ایر پورٹ پہ آپ کافی آہستگی سے عصا کے سہارے آگے بڑھ رہے تھے، تو میں نے کہا شیخ ابھی کچھ ہی مدت قبل تو آپ کی صحت بالکل ٹھیک ٹھاک تھی اور اب..... تو مسکرا کر جواب دیا کہ میاں اب بھی تو ٹھیک ہی ہے مگر تجربات کی روشنی میں یہ بات سمجھ چکا ہوں کہ یہ قوم اب بغیر ڈنڈے کے ماننے والی نہیں اور یہ شعر پڑھا۔ ''عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد''

سری نگر پہنچے تو ہم سب کا قیام ایک ہی ہوٹل ''ریان'' میں تھا، ہمارا اور شیخ عبدالمعید مدنی صاحب کا انتظام ایک ہی روم میں تھا، تین دن کے قیام کے دوران کھانے پر اجتماع ہوتا، شیخ عبدالمعید صاحب اور شیخ عبداللہ مدنی اور یہ ناچیز اکثر اکٹھا ہوتے، ایک دن تو عشائیہ کے بعد ہوٹل کی طعام گاہ میں کافی دیر تک مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے، دونوں بزرگوں میں نا صرف حد درجہ بے تکلفی تھی بلکہ غیر معمولی محبت تھی اور اس محبت میں احترام وتوقیر کی خوبصورت آمیزش تھی۔

صورتیں آنکھوں میں پنہاں اور نقشے یاد آتے ہیں
کیسی کیسی صحبتیں خواب پریشاں ہوگئیں

اس عالمی کانفرنس کی خوبی یہ تھی کہ اس میں ہندوستان کے چیدہ اور چنندہ اکابرین جماعت موجود تھے، حضرت ڈاکٹر وصی اللہ عباس، شیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی، شیخ عبدالمعید مدنی، شیخ عبدالوہاب خلجی، شیخ عبداللہ مدنی، شیخ اشفاق سلفی (دربھنگہ) مولانا محمد مقبول آکھرنی، شیخ شمیم فوزی جیسے افاضل اور ذی وقار اصحاب علم وفضل اکٹھا تھے، اتنا خوبصورت اجتماع کم از کم ہم نے نہ دیکھا تھا، معاصر اہل علم کے باہمی تعلقات میں محبت وعقیدت کا جو عنصر ان حضرات میں دیکھنے میں آیا نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے، شیخ عبداللہ مدنی رحمہ اللہ سب کا اعزاز فرماتے اور سارے آپ کا، شیخ مرحوم کی تقریر توحید کے موضوع پر ہوئی، موضوع کی خشکی کے باوجود کلام میں رعنائیت اور دلکشی بلا کی تھی ان کا انشائی انداز تقریر میں جاذبیت پیدا کر دیتا تھا، یہی وہ چیز تھی جو انہیں میدان خطابت میں دوسروں سے ممتاز کرتی تھی، مولانا رحمہ اللہ نے چوں کہ پہلی مرتبہ کشمیر کا سفر کیا تھا اس کے لیے ایک نظم بھی کہی تھی جس کا ایک شعر اس طرح تھا۔

کشاں کشاں میں جس غرض سے کاشمر رواں ہوا
غرض جو آشکار ہو وہ آتش چناب ہے

کشمیر سے واپسی کے وقت وہی قافلہ ساتھ تھا، دہلی پہونچے سب کی راہیں الگ ہوگئیں، ڈاکٹر وصی اللہ عباس صاحب وہیں سے مکہ چلے گئے، خلجی صاحب اپنے گھر،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خاکسار اور شیخ مرحوم کو ساتھ میں جمعیت کے آفس آنا تھا، رش بہت زیادہ تھا اس لیے ایئرپورٹ سے اوکھلا کا سفر پانچ گھنٹے میں طے ہوا (جو تقریباً ۳۰ ؍منٹ کا)، اس دوران ہماری شیخ سے بہت کھل کر باتیں ہوئیں، ان سے ان کی زندگی کی بابت بڑی تفصیل سے سوالات کیے اور انہوں نے بڑی محبت سے بہت سی باتیں بتائیں کہ قطر، کویت، بنگلہ دیش، لندن وغیرہ ملکوں میں نیپال کی جانب سے نمائندگی میں نے کی، بعض پروگراموں میں عربی میں جو تأثرات پیش کیے وہ اپنی مثال آپ تھے، میں نے بارہا ان سے کہا یہ ساری قیمتی معلومات اور تجربات آپ تحریر کیوں نہیں فرماتے، نئی نسل کو ان چیزوں کی بابت کچھ خبر نہیں، تو سراپا محبت وتواضع سے فرمایا، ارے میاں راشد! کرنے کے اور بھی بہت سے کام ہیں، میں نے شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری سے ایک انٹرویو لیا تو شیخ نے یہ کہا: یہ سب چیزیں تو بڑے لوگوں سے لی جاتی ہیں اور بڑے لوگ اپنی بابت کچھ لکھتے ہیں، مولانا مرحوم نے (پردادا مرحوم) شیخ صاحب کے حوالہ سے یہ بات نقل کی تو مجھے خاموشی کے علاوہ کوئی راہ نظر نہ آئی، اس سفر میں بہت سے اشعار بھی سنائے، خود انکی آواز میں میرے موبائل میں کچھ اشعار ان کی اجازت سے محفوظ کر لیے تھے، اقبال وفضا کو وہ بہت بڑا سمجھتے تھے اسی لیے اقبالؔ کے ساتھ ساتھ فضاؔ کے بہت سے اشعار یاد تھے، ان میں یہ اشعار تھے:

کبھی کبھی بڑی شدت سے سوچتا ہوں میں
کہیں کہیں مرے ماحول کے جبینوں پر
خروش وسوز و جراحت کا اک غبار ہے کیوں
نفس نفس میں وہی شعلہ کیوں پگھلتا ہے
قدم قدم پہ وہی حشر روزگار ہے کیوں

مولانا مدنی کو فضاؔ ابن فیضی سے بڑا گہرا لگاؤ تھا انھیں ادبی مدرسہ کا شیخ کامل سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اپنے شعری مجموعہ جو ہنوز غیر مطبوع ہے، کا انتساب حضرت فضاؔ کے نام کیا ہے، ساتھ ہی مدرسہ خدیجۃ الکبری کا ترانہ بھی حضرت فضا ابن فیضی کا ہی ہے۔

فانوس حرا سے گہوارہ روشن ہے خدیجہ کبری کا
دیوار ہے قصر ایماں کی روزن ہے خدیجہ کبری کا

موجودہ علمی تنزلی کے عہد میں حضرت فضا کے ادبی افق کی آفاقیت کا اندازہ لگانا بھی ہر کہ ومہ کے بس کا نہیں، فی الواقع وہ اس دور کے تھے ہی نہیں، اگر وہ غالب کے معاصر ہوتے تو لوگ میرؔ کے بجائے غالب سے ان کا موازنہ کرتے۔ حقیقت بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب شیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ نے ’’فضا ابن فیضی کی نعتیہ شاعری‘‘ پر ایک جامع مضمون محدث میں لکھا تو حضرت فضا نے تاثر آمیز لہجے میں کہا کہ میری شاعری کو اس طرح بھی سمجھنے والے لوگ ہیں؟

ایک چیز یہ بھی ملاحظہ کی کہ شیخ مرحوم دعاؤں کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور صبح وشام کے اذکار تو خصوصیت کے ساتھ زہد وتقوی اہل علم کی خاص پہچان ہے، یہ چیز بہت کم لوگ جانتے ہوں کے مولانا مرحوم قائم باللیل تھے، روحانیت کی پاکیزگی کا اہتمام فرماتے تھے، اللہ تعالی ان کی لغزشوں کو درگذر فرما کر اعلی علیین میں جگہ دے۔

ایک مرتبہ جمعیت کے آفس میں تشریف رکھتے تھے، بلایا اور کافی دیر تک مختلف موضوعات پر بات کرتے رہے، اس کے بعد کرب انگیز لہجے میں کہنے لگے راشد! جب میں ان سفید داڑھیوں (اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کے پیچھے ان کالی داڑھیوں کو دیکھتا ہوں تو ایک طرح کا سکون وسرور حاصل ہوتا ہے، مولانا مرحوم کی یہ بات سن کر میں ان کی طرف غور سے دیکھنے لگا، دل میں ایک عجیب سا احساس جاگا اور بات ختم ہوگئی، اس وقت تو ان باتوں کا صحیح مطلب نہ سمجھ سکا مگر اب سوچتا ہوں تو آنکھیں بھر آتی ہیں کہ وہ کس طرف تیاری میں مصروف تھے، مولانا ہر لکھنے پڑھنے والے نوجوان کو بے حد عزیز رکھتے تھے، ابھی گذشتہ دنوں (خریجی الجامعات السعودیہ) کا دہلی میں پروگرام ہوا، آپ بھی تشریف لائے، شیخ عبدالمعید مدنی کے ساتھ خراماں خراماں آ رہے تھے، مشفقانہ ملے اور ڈاکٹر شمس کمال صاحب سے تعارف کرایا، تعارف کے اخیر میں یہ بھی کہا یہ عربی اور اردو اچھی لکھتے ہیں، یہاں یہ نقل کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ کہ مولانا مرحوم خردوں کی حوصلہ افزائی اور توقیر کس طرح فرماتے تھے، مولانا سے جس قدر بھی ملاقات رہی خوبیاں ہی خوبیاں دیکھیں، ایسی کہ اب یہ چیزیں خال خال نظر آتی ہیں، مولانا جفاکش اور محنتی اتنے تھے کہ کسی تحریر یا پروگرام کی تیاری میں پوری رات جاگتے اور مطالعہ کرتے رہتے، یہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے، ان کے ساتھ ہمیشہ ایک چھوٹا سا لیپ ٹاپ ہوتا جس میں مطالعہ کرتے تھے، انہوں نے خود بتایا کہ ٹی وی کے پروگراموں میں پورے قرآن کی تفسیر بھی شامل تھی، دس پاروں کی تفسیر آپ نے کی اور اس میں جس قدر محنت کرنا پڑی جس جانکاہی سے کام لینا پڑا وہ انہیں کا حصہ ہے، رات رات بھر مختلف تفاسیر کا مطالعہ کرتے، چھان بین کرتے تب اسے پیش کرتے کیوں کہ وہ پوری دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوتا تھا۔

اسی طرح مولانا مرحوم بہت سلیقہ مند اور شائستہ تھے، ان کی ہر ہر چیز سے ادب، سلیقہ مندی، ہنرمندی اور اعلی مذاقی کا مظاہرہ ہوتا تھا، سفر کرتے تو ضرورت کا ہر سامان رکھتے حتی کہ جب دہلی آ کر کبھی کسی ہوٹل میں قیام کرتے اور ہم ملنے کے لیے جاتے تو ضیافت کے لیے طرح طرح کی چیزیں پیش کرتے، سفر میں ان کے چھوٹے بھائی محترم زاہد آزاد یا شیخ عبدالعظیم مدنی صاحبان ساتھ ہوتے تو وہ چائے بنا کر ضرور پلاتے، لباس وپیرہن میں خوشبو اور ستھرائی کا نوابی مزاج تھا اور وہ دوسروں کو بھی اسی طرح دیکھنا چاہتے تھے، الحاصل ہر چیز منظم ومرتبط۔ طبیعت بڑی ظریفانہ واقع ہوئی تھی مجلس کو اپنے ادبی لطیفوں اور چٹکلوں سے زعفران زار بنائے رکھتے تھے، ان کی زبان میں فیاض ازل نے اس قدر لطافت اور شیرینی رکھ رکھی تھی کہ جی چاہتا تھا وہ بات کرتے رہیں اور ہم سنتے رہیں، ہر بات ناپ تول کر بولتے، ’’زِنِ الکلام اِذا نطقت‘‘ کے پورے مصداق، خود انہوں نے وفات سے کچھ دنوں قبل جو نظم کہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس کا پہلا شعر اس طرح ہے،

مری کتاب زیست کا ہر اک ورق گلاب ہے
زبان عطر بیز سے عدو کو بھی جواب ہے

اسی طرح کی مناسبتوں سے فرزدق کا یہ شعر جوانہوں نے اپنے معاصر جریر پر فخر کرتے ہوئے کہا تھا۔ بڑی شدت کے ساتھ یاد آتا ہے۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلهم — إذا جمعتنا یا جریر المجامع

اے جریر! یہ ہمارے آباء واجداد ہیں جب تمہارے یہاں بزم آرائیاں ہوں تو ان جیسے باعظمت لوگ لاکر دکھاؤ۔

اردو کا یہ شعر بھی۔ ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

یہ دنیا بھی بڑی عجیب ہے انسان دنیوی لذات میں قلا بازیاں کھاتا پھرتا ہے، آج حالت اس قدر بگڑ چکی ہے کہ انسان جاہ ومنصب اور قوت کے نشہ میں بدمست ہے، اسے دوسروں کو ذلیل کرنے میں لطف آتا ہے، اپنے جاہ ومنصب اور اپنی قوت کا استعمال بے محابا کرتا پھرتا ہے، اس کا تصور یہ ہے کہ قوت کے غرور میں اس کا کوئی بال بیکا بھی نہیں کر سکتا، مگر کوئی بتلائے کہ بارگاہ الٰہی میں جواب دہی کا احساس بھی کوئی چیز ہے، کہ انسانیت اور شرافت بھی کوئی چیز ہے، شرافت ومحبت کا بدلہ دعا اور محبت ہوتی ہے مگر بدخلقی اور رذالت کا جواب بددعا اور نفرت ہوتی ہے، دونوں چیزیں ہمیشہ یاد رکھی جاتی ہیں اور موقع بہ موقع جھلکتی بھی ہیں، مگر ان یادوں کے خانے الگ الگ انداز کے ہوتے ہیں، مولانا مرحوم کے یہاں بفضلہ تعالیٰ ہر چیز کی فراوانی تھی، جاہ ومنصب، دولت وشہرت اور علم وہنر کی تو بلندیوں پر تھے مگر ان تمام کے باوجود وہ مجمع کمالات وفضائل تھے، ان کی شخصیت ہمیشہ محبت وعقیدت اور شفقت کا مجموعہ بنی رہی، گھر ہو یا باہر جہاں بھی رہے محبت ہی بانٹتے رہے، یہ ان کی زندگی کا بہت نمایاں اور تابناک پہلو ہے، یہ ساری چیزیں بڑی شدت سے یاد آرہی ہیں اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مولانا کے لیے دعائیں نکلتی ہیں، اظہار عقیدت کے الگ الگ طریقے ہوتے ہیں، لکھنے والے لکھتے ہیں اور شعراء غم کو قوافی کی لڑیوں میں پروتے ہیں۔ ''**دموع القوافی فی عیون المراثی**'' مصطفیٰ قاسم عباس کا ایک رسالہ ہے، اس کے کچھ جملے اچھے لگے:

کل واحد منا فی هذه الحیاة قد یتجرع کأس الفراق و ذاق علقم الفقد ولوعة الوداع وسکب دموع القلوب قبل العیون...... والإنسان عندما یودع مسافرا فإنه یعیش علی أمل اللقاء به ولو بعد حین، و أما عندما یودع إنسانا تحت أطباق الثری فإنه لاأمل له في لقائه بهده الدنیا، وتراه یکرر مع الشاعر قوله:

وما الدهر إلا جامع و مفرق — وما الناس إلا راحل و مودع
فإن نحن عشنا یجمع الله شملنا — و إن نحن متنا فالقیامة تجمع

نعم کأس الفراق مر، ولکن هذه الدنیا، مهما عمر الإنسان فیها فمصیره إلی التراب ومفارقة الأهل والأصحاب والأحباب.

ساعة الفراق، کل یعبر عما یجیش في نفسه بطریقته، فهذا بالنحیب، وذاک بالبکاء والدموع، وغیره بالعویل، والآخر بالصبر والسلوان.

أما الشعراء فتتحول دموعهم إلی مراثی حزینة، حروفها الأحزان، وسفرها قلب مضنی، وقافیتها اللوعة والأسی، وبحرها في فیضانات العبرات....

اس حیات مستعار میں ہر شخص جام فرقت گھونٹ گھونٹ کر کے پیتا ہے، جدائی کی تلخی اور بچھڑنے کی سوزش کا مزہ چکھتا ہے، آنکھ سے پہلے دل کے آنسو بہاتا ہے۔

انسان جب کسی مسافر کو سلام الوداع کہتا ہے تو اس سے ملاقات کی امید رہتی ہے ایک عرصہ بعد ہی سہی، مگر جب انسان مٹی کے منوں نیچے جاتے ہوئے کسی کو الوداع کہتا ہے تو پھر اس دنیا میں ملاقات کی امید ختم ہو جاتی ہے، شاعر کا یہ شعر اس کی زبان پر رواں ہوتا ہے۔

زمانہ لوگوں کو یکجا جمع کرتا اور بکھیرتا ہے، اور کچھ لوگ کوچ کرنے والے ہوتے ہیں کچھ انہیں الوداع کہتے ہیں۔

اگر زندگی رہی تو اللہ ہمارے شیرازے کو اکٹھا کرے گا، اگر موت سے دوچار ہوئے تو قیامت ہی ہمیں اکٹھا کرے گی۔

ہاں! فراق کا جام بہت تلخ ہوتا ہے لیکن کیا کریں یہی دنیا کی ریت ہے، انسان کی زندگی جس قدر بھی طویل ہو اس کا انجام قبر کی مٹی اور دوست واحباب اور اہل و عیال سے بچھڑ جانا ہے۔

فراق کی گھڑیوں کی کرب انگیزی ہر شخص اپنے انداز سے ظاہر کرتا ہے، کچھ سخت گریہ کر کے، کچھ آہوں اور آنسوؤں سے، بعض چیخ وپکار سے اور دیگر صبر وشکیب سے ظاہر کرتے ہیں، مگر شعراء کے آنسو غم انگیز مرثیہ خوانی میں بدل جاتے ہیں، مرثیہ کے حروف غم کے نالے، اجزاء لاغر قلب، قوافی سوزش اور کرب، اور اس کی زمین اشکوں کا سیل رواں ہو جاتی ہے۔

اسلامی تاریخ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی وفات پر پہلا مرثیہ کہا تھا، جس میں نبی ﷺ سے محبت اور فرقت پر غم کا اظہار ہے:

لما رأیت نبینا متجندلا — ضاقت علي بعرضهن الدور
فارتاع قلبي عند ذاک لموته — والعظم مني ما حییت کسیر
أعتیق* ویحک إن خلک قد ثوی — والصبر عندک مابقیت یسیر
یا لیتني من قبل مهلک صاحبي — غُیبت في لحد علیه صخور

(السیرة النبویة للصلابي:۲/۷۰۹)

ترجمہ: جب میں نے دیکھا نبی ﷺ فوت کر گئے، تو بام ودر کشادگی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

باوجود تنگ ہوگئے۔ نبی کی موت سے دل تڑپ اٹھا، اور تادم حیات کے لیے ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اے ابوبکر تم پر اللہ رحم فرمائے تیرا دوست قبر میں اقامت گزیں ہوگیا، اب تیری زندگی میں صبر زیادہ آسان چیز ہے۔ اے کاش دوست کی وفات سے قبل میں ایسی لحد میں روپوش ہوگیا ہوتا جس پر چٹانیں ہوں۔

(* عتیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب تھا، اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: أنت عتيق الله من النار ۔ اللہ تعالی نے تمہیں جہنم کی آگ سے آزاد کردیا ہے۔ (الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ۱۵/۲۸۰، محققین نے اسناد کو صحیح کہا ہے)

اکابرین رفتہ رفتہ رخت سفر باندھ رہے ہیں، پرانے بادہ کش اٹھتے جارہے ہیں، ظاہر ہے کسی کو بقاء دوام نہیں یہ صرف اللہ تعالی کی صفت ہے، دل کی سختی کا عالم یہ ہے کہ کوئی عبرت نہیں اور درماندگی کا عالم یہ ہے کہ بڑوں کی رحلت سے دل کٹ کٹ جاتا ہے، عالیت میں ہم نے دیوان الحماسہ کے صرف باب المراثی کے سو سے زائد اشعار یاد کیے تھے اس وقت ایک عبیدۃ بن طبیب (جو کہ ایک مسلمان شاعر تھے اور نعمان بن مقرن کے ساتھ مدائن کی جنگ میں شریک تھے) کا ایک مرثیہ بڑی شدت سے یاد آرہا ہے، جس کے ذریعہ شاید دل محزوں کی کچھ ترجمانی ہو:

عليك سلام الله قيس بن عاصم	ورحمته ماشاء أن يترحما *
تحية من غادرته غرض الردى	إذا زار عن شحط بلادك سلما
فما كان قيس هلكه هلك واحد	ولكنه بنيان قوم تهدما

ترجمہ: اے قیس بن عاصم! تجھ پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں ہمیشہ تجھ پر اترتی رہیں۔ اس شخص کی جانب سے سلام محبت قبول کرو جس کو تم ہلاکت کے نشانہ پر چھوڑ گئے اس کی عادت ہے کہ جب وہ دور دراز سے تمہارے شہر آتا ہے تو تجھے سلام کہتا ہے، قیس کی موت کسی ایک شخص کی موت نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ پوری قوم کی عمارت منہدم ہوگئی۔

(* کلام عرب میں یہ اسلوب عام ہے کہ کسی وفات شدہ شخص کو تحیہ وسلام پیش کرتے وقت ''علیک'' کے لفظ کو مقدم کرتے ہیں۔ اسی طرح ''ماشاء أن يترحما'' کا مطلب ہوتا ہے جب تک اللہ تعالی کے رحم کی مشیت ہو، یعنی فقید پر ہمیشہ رحمت کی برکھا برستی رہے۔)

جھنڈانگر میں مدرسہ خدیجۃ الکبری کی عقبی جہت میں مولانا کی تدفین ہوئی، نماز جنازہ اسی سے متصل ایک میدان میں پڑھی گئی، انسانوں کا ایک ہجوم تھا، خصوصا ارباب علم ودانش ایک بڑی تعداد میں شریک تھے، جامعہ سلفیہ بنارس کے کبار اساتذہ، جامعہ اسلامیہ دریا آباد کے تمام اسٹاف، جامعہ اثریہ مئو، جامعہ عالیہ عربیہ مئو، جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر، جامعہ سراج العلوم بونڈیہار، مدرسہ خیر العلوم ڈومریا گنج، صفا شریعت کالج ڈومریا گنج، نوگڈھ معہد الرشد اور دیگر مقامی وغیر مقامی تمام مدارس کے افاضل موجود تھے۔ جد محترم حضرت مولانا عبدالرحمن رحمانی مباکپوری حفظہ اللہ وتولاہ نے نماز جنازہ پڑھائی، پھر ایک یادگار نعش حوالۂ قبر کردی گئی، ہم نے دیکھا پہلی مرتبہ جھنڈانگر کی آنکھیں کھل کر برسی ہیں، اس کا علم دانش آج پھر سرنگوں ہوگیا، زندگی کا ایک ایسا جنازہ دیکھا جس میں کبار اہل علم بلک بلک کر رو رہے تھے، اس عظیم شخصیت کی وفات پر خواص وعوام سب یکساں طور پر کبیدہ خاطر تھے۔

اللہ تعالی حضرت مولانا رحمہ اللہ کی مغفرت فرمائے، ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، انہوں نے اپنے پیچھے جو علمی گلشن چھوڑا ہے اس کی حفاظت اور ترقی عطا فرمائے، ہم اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں: إنا بفراقك لمحزونون، إن العين لتدمع وإن القلب ليحزن ولا نقول إلا مايرضي ربنا.

جی چاہتا ہے اخیر میں خاتمہ کے طور پر نامور عالم دین شیخ محترم مولانا صلاح الدین مقبول أحمد مدنی رحفظہ اللہ وتولاہ کی شاندار نظم کے کچھ اشعار نقل کردوں جو انہوں نے اپنے مخلص دوست کی رفاقت پر انکے جنازہ سے واپسی کے دوران سفر ہی میں کہی تھی، اس نظم کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ان کے تمام کمالات ومحاسن کو نہایت خوبصورت انداز میں پرویا گیا ہے جس کا مبالغہ سے دور دور تک بھی تعلق نہیں نیز ان کی اہم خدمات اور اوصاف بھی شامل نظم ہیں، شاعری کی زبان میں یہ عالمانہ اسلوب نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔

تھے محرّر اور سخنور تھے وہ نقّاد و ادیب
''نورِ توحید'' ان کا اردوئے معلّی کا نقیب
خوش لباس و خوش کلام و خوش نوا و خوش نصیب
اپنے اخلاق و ادب سے تھے حبیبوں کے حبیب

مزید:

دعوت و تبلیغ میں ان کو حکیمانہ شعور
شستگی، شائستگی کا تھا خطابت میں ظہور
ان کا اندازِ بیاں تھا باعثِ کیف و سرور
کوئی خود رائی نہ تھی ان میں، نہ تھا کچھ بھی غرور

شہرت و علم و ہنر میں فیضِ ربانی رہے
وہ تعلّق میں وقارِ بزمِ انسانی رہے
دامنِ کوہِ ہمالہ میں وہ لاثانی رہے
اوّلیں وہ بانیِ تعلیمِ نسوانی رہے

مال و دولت کا خزینہ اور نہ کوئی تخت و تاج
شغلِ تعلیم و تعلّم ہی رہا ہے کام کاج
بن گیا تھا بس کفافِ عیش ہی ان کا مزاج
اب کہاں ملتے ہیں ایسے باوفا ڈھونڈھے سے آج

ان کی فرقت سے شناسا ہر کوئی رنجور ہے
خانۂ دل ان کی یادوں سے مگر معمور ہے

☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

شیخ عبدالعظیم مدنی جھنڈانگری (صدر مرکز التوحید، نیپال)

وہ شخصیت جس نے ۳۵ر برسوں تک تدریسی، دعوتی اور علمی میدان میں انمنٹ نقوش قائم کئے، جس کی موجودگی سے دینی وعلمی محفلیں پر رونق ہوجایا کرتیں، جس کے مختصر و پرمغز خطابات وبیانات سے سامعین کے دلوں پر اچھے اثرات قائم ہوتے، جس نے مناصب کو اعتبار ووقار بخشا، جس نے تکریم علماء کو باعث اعزاز سمجھا، جس نے بھرپور مؤمنانہ زندگی گذاری، جس نے لباس تقویٰ اختیار کیا، تعلیم وتعلم جس کا اوڑھنا بچھونا، تقریر وتحریر اختصار وایجاز کا نمونہ، جس کی عالم اسلام پر گہری نظر تھی، جو ملی مسائل پر اپنی تشویش کا اظہار کرتا رہا، ملک کی غیر یقینی صورت حال پر آنسو بہائے اور اس کے لئے دعائیں کیں۔

وہ توحید کا ایسا شیدائی تھا کہ نیپال کے ظلمت خانے میں توحید کی شمع روشن کی، مرکز التوحید کی تاسیس فرمائی اور اس کے شعبہ جات کو توحید کی جانب منسوب کیا، جس کے خطاب کا اکثر موضوع توحید ہی ہوا کرتا تھا۔

نام اللہ کا ہر نام سے بالا کردے نورِ توحید سے دنیا میں اجالا کردے

وہ شخصیت جسے اللہ رب العالمین نے بہت باوقار بنایا تھا جسے اللہ نے حسن صورت سے بھی نوازا تھا اور حسن سیرت سے بھی، جس کی گفتگو شگفتگی لئے ہوتی تھی، جو داعیانہ اوصاف کا حامل تھا، جس نے سنت کے خلاف اعمال برداشت نہیں کئے اور برسرِ مجلس لوگوں کو ٹوک دیا، جسے اللہ نے بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا، عربی زبان وادب کی باریکیوں پر جس کی گہری نظر تھی، جو اردو ادب کی موشگافیوں ونزاکتوں سے آگاہ تھا اور فن عروض پر دسترس رکھتا تھا۔

وہ شخصیت جس نے نیپال میں پہلی اقامتی نسواں درسگاہ مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ کی بنیاد ڈالی اور اسے منفرد مقام دلایا، نیپال میں اردو صحافت کو عروج بخشا، ماہنامہ نورِ توحید جاری کیا، جسے پورے ملک میں سب سے قدیم اسلامی رسالہ ہونے کا شرف حاصل ہے، جو جماعتی حمیت وغیرت سے سرشار تھا، مدبرانہ ذہنیت کا حامل تھا، اسے اپنی جماعت میں میرِ کارواں کی حیثیت حاصل تھی، جسے خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ نے بارہا اپنی دعاؤں سے نوازا اور اعمال کو سراہا اور جس کے بارے میں بزرگ عالم دین مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالقیوم رحمانی رحمہ اللہ نے ایک بڑے مجمع کے سامنے ان کی شخصیت کو نمایاں کرکے پر جوش لہجے میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: اے علاقہ کے لوگو دیکھ لو، اللہ تعالیٰ نے میاں محمد زکریا رحمہ اللہ کو نقد انعام سے نوازا ہے (جھنڈانگر کے ولی صفت بزرگ دادا میاں محمد زکریا رحمہ اللہ جنھوں نے تقریباً پچاس برسوں تک جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر میں تدریسی خدمات انجام دی)۔

وہ شخصیت تین دہائیوں سے زائد مدت تک مستقل دعوت وارشاد کے لئے سرگرم عمل رہی، ایسے مواقع بھی آئے کہ اسے نشیب وفراز کا سامنا کرنا پڑا لیکن پیشانی شکن آلود نہیں ہوئی، قدم حوصلہ مندی کے ساتھ آگے بڑھتے رہے، کبھی پیچھے مڑکر نہیں دیکھا اور اللہ کی مدد اس طرح شامل حال رہی کہ تندیٔ بادمخالف نے ہمیشہ سرفرازی وسربلندی عطا فرمائی، دعوتی میدان میں صبر وضبط کا مظاہرہ ایک باعزم وبا حوصلہ داعی ہی کرسکتا ہے اور یہی مطلوب بھی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (لقمان:۱۷)

جب بھی اس طرح کے حالات پیدا ہوئے آیت کریمہ نے رہنمائی فرمائی: ﴿وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ (الفرقان:۶۳) پر عمل کرتے ہوئے مؤمنانہ شان سے آگے بڑھ گئے، امر واقع ہے کہ انسان اپنے تعمیری کاموں کی بنیاد پر ہمیشہ جانا وپہچانا جاتا ہے اور ایسی محبوبیت عطا ہوتی ہے کہ وہ دلوں پر حکومت کرتا ہے اور لوگ اسے اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔

وہ شخصیت حضرت مولانا عبداللہ عبدالتواب مدنی جھنڈانگری کے نام سے عالم اسلام میں معروف تھی، مسلمانان عالم کے لئے بالعموم اور برصغیر ونیپال وبنگلہ دیش کے لئے بالخصوص یہ خبر باعث رنج والم رہی کہ حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ ۲۲ر دسمبر ۲۰۱۵ء کو ملک کی راجدھانی کٹھمنڈو میں مختصر علالت کے بعد اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کرگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

یہی قانون قدرت ہے، باقی رہنے والی ذات اللہ وحدہ لاشریک کی ہے، اللہ نے انھیں عمر طبعی عطا فرمائی، تقریباً ۶۳ر برس کی عمر پائی، اللہ نے دین حنیف کی ترویج واشاعت کے لئے انھیں خدمت کا اچھا موقع عنایت فرمایا، ہم ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اسی سے ہی صبر کی توفیق اور ہر طرح کی مدد کے طلب گار ہیں۔

بارِ الٰہا! اپنے اس موحد بندے کی مغفرت فرما، لغزشوں کو حسنات میں تبدیل کردے، ان کے اعمال تیرے دربار میں شرف قبولیت سے باریاب ہوں اور جنت الفردوس ان کا مسکن بنا۔ اللھم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه.....

وفات سے چند روز قبل مہتمم مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ گرامی قدر جناب ڈاکٹر سعید احمد اثری حفظہ اللہ اور راقم الحروف کو مختلف ہدایتوں سے نوازا۔ (بقیہ ص:۱۵ر پر)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ عبداللہ مدنی جھنڈانگری۔ شخصیت اور کارنامے

مولانا مطیع اللہ حقیق اللہ مدنی (استاذ مدرسہ خدیجۃ الکبری، کرشانگر)

یہ دسمبر کی سترہویں تاریخ تھی میں صبح آٹھ بجے مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ پر پہونچا، دیکھا کہ عزیزم جواد ایک سوٹ کیس اٹھائے ہوئے تھے، پوچھنے پر پتہ چلا کہ ان کے والد گرامی مولانا عبداللہ صاحب مدنی کاٹھمنڈو کے سفر پر روانہ ہورہے ہیں اتنے میں مولانا اپنے گھر ''العریش'' سے باہر نکلے، میں نے سلام کیا انھوں نے جواب دیا اور پوچھا کہ آپ نے قافلہ دعویہ کی روداد نہیں سنائی۔

دراصل میں چند افاضل علماء ودعاۃ کی معیت میں نیپال کے پہاڑی علاقہ میں ایک دعوتی سفر طے کرکے چند دن قبل واپس ہوا تھا، میں نے کہا کہ آپ واپس آجائیں پھر تفصیل سے روداد سناؤں گا، ان کے ساتھ ان کی گاڑی تک چلتا ہوا گیا، میں نے اور عزیزم جواد بن عبداللہ مدنی نے مولانا کو سلام ودعاء کے ساتھ رخصت کیا، مولانا نے بتایا کہ قطر ایمبیسی میں قطر کے یوم وطنی کی تقریب میں شرکت اور جمعیت اہل حدیث نیپال کے کاز سے متعلق یہ سفر ہے، آپ اس وقت بالکل چاق وچوبند نظر آئے، صحت بالکل ٹھیک ٹھاک نظر آرہی تھی، وہ کاٹھمنڈو پہونچے، قطری سفارت خانہ میں یوم وطنی کی تقریب میں شرکت کی اور اس کے بعد آپ کی صحت متاثر ہوئی، ضعف کا احساس ہوا، احباب سے رابطہ کیا، اسپتال میں داخل ہوئے، شوگر کافی بڑھا ہوا تھا، ابتدائی علاج کے بعد طبیعت کچھ سنبھلی مگر بعد میں دل کا دورہ پڑا پھر آئی سی یو میں وینٹی لیٹر پر رہے اور بروز منگل بوقت ۹:۳۰ بجے بتاریخ ۲۲ دسمبر ۲۰۱۵ء کو آپ کی وفات واقع ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

میں ایک مریض کی عیادت کے لئے ابھیراؤں آیا تھا، واپس آرہا تھا کہ راستے میں وفات کی اطلاع ملی، احباب ومتعارفین کے فون کالز کا ایک طویل سلسلہ رہا، افتاں خیزاں مدرسہ پہونچا اور مولانا کے بچوں کی تعزیت کی، مولانا عبداللہ مدنی کی وفات ان کے اہل خانہ اور اہل خاندان کے لئے ایک غمناک سانحہ ہے، اچانک اور دیار غیر میں وفات سے اپنوں پر شدت غم میں اضافہ ہوا، انھیں اور دیگر کو کافی سے زیادہ غم زدہ کرگیا، اللہ تعالیٰ کے فیصلے یوں ہی اٹل ہوتے ہیں (وما تدری نفس بای ارض تموت) کی سچائی بہت پختہ ہے، اللہ تعالیٰ مولانا کے ساتھ رحمت وعفو کا معاملہ فرمائے اور انہیں جنت نصیب کرے، اور تمام پسماندگان بالخصوص ان کے اہل وعیال اور اقرباء کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا عبداللہ مدنی کی وفات جہاں ان کے اہل خانہ کے لئے غم والم سے پر ایک وقوعہ ہے وہیں پر مرکز التوحید نیپال اور مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات کرشنا نگر کے لئے ایک شدید سانحہ ہے کہ آپ ہی اس کے میر مجلس اور روح رواں تھے۔

مولانا عبداللہ صاحب مدنی ملک نیپال کے ایک معروف عالم دین تھے، ان کی اپنی ایک شخصیت تھی، جس میں متعدد زاویے سے انفرادیت جھلکتی تھی اور ان کے اپنے نمایاں تدریسی، تعلیمی ودعوتی کارنامے تھے، آپ صاحب طرز انشاء پرداز اور نغز گو شاعر بھی تھے۔

ذیل میں آپ کی شخصیت اور کارہائے نمایاں پر مختصر روشنی ڈالنے کی سعی کی گئی ہے، استیعاب مقصود نہیں ہے۔

مولانا عبداللہ صاحب مدنی کی ولادت ۱۹۵۵ء جھنڈانگر نیپال میں ایک علم دوست گھرانے میں ہوئی، آپ کے دادا محترم میاں محمد زکریا علیہ الرحمہ تھے، میاں صاحب مدرسہ سراج العلوم جھنڈانگر (جو اب جامعہ سراج العلوم السلفیہ ہے) کے اولین مدرسین میں سے تھے، جھنڈانگر اور اس کے نواح کے مدرسہ سراج العلوم کے تمام خوشہ چین میاں صاحب کے تلامذہ ہیں، میاں صاحب ایک دین دار اور صالح شخص تھے، اللہ غریق رحمت کرے اور انھیں جنت دے۔ آمین

میاں صاحب کے پانچ نرینہ اولادوں میں ایک منشی عبدالتواب علیہ الرحمہ تھے، جو ایک مشہور تاجر تھے اور تجارت میں کامیابی وکامرانی ان کی حلیف رہی ہے، وہ ایک پابند صوم وصلوٰۃ شخص تھے، دیکھنے والے انہیں نماز میں اکثر صف اول میں پاتے تھے، یہ علماء کے قدردان تھے۔

مولانا عبداللہ صاحب مدنی انہیں منشی عبدالتواب کے بڑے فرزند تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ سراج العلوم میں اپنے دادا محترم میاں صاحب سے پائی اور عربی درجات کی تعلیم شروع کی بعدہ مدرسہ اسلامیہ اکرہرا کا رخ کیا، آپ جامعہ سلفیہ بنارس میں زیر تعلیم رہے، تخصص کے لئے ندوہ کا رخ کیا۔

تمتع زہر گوشہ یافتم زہر خرمن خوشہ یافتم

آپ کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ کی سعادت حاصل ہوئی ۱۹۸۱ء میں فراغت وسند اجازہ سے شاد کام ہوئے، دار الافتاء کے مبعوث بن کر جامعہ سلفیہ جنک پور دھام سے اپنی تدریسی ودعوتی زندگی کا آغاز کیا، نیپال کی راجدھانی کاٹھمنڈو میں داعی ومبلغ کی حیثیت سے معروف عمل رہے، چند سالوں تک وہاں پر دعوتی خدمات کی انجام دہی کے بعد آپ مرکز الامام احمد بن حنبل الاسلامی کے زیر اشراف مدرسہ ''المعہد الاسلامی'' تولہوا میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے اور دعوتی ذمہ داریاں بحسن وخوبی ادا کرتے رہے۔

ادھر آپ کے عم گرامی قدر مولانا عبدالوہاب ریاضی اور آپ کے پدر نامدار منشی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عبد التواب نے آپ کے مشورہ وتعاون سے ایک مدرسہ نسواں ''مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات'' کا آغاز ۱۹۸۹ء میں کر دیا تھا، لہٰذا آپ نے تو لہوا سے کرشنا نگر کا رخ فرمایا اور مدرسہ کی پوری ذمہ داری، اس کا نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنے خون جگر سے اس کی آبیاری کی اور دیکھتے ہی دیکھتے چند سالوں میں بنات کا یہ ایک عظیم مدرسہ بن گیا جس میں ملک نیپال اور ہندوستان کے دور دراز کی بچیاں زیر تعلیم ہیں۔

آپ نے دعوتی میدان میں اچھی خدمات انجام دی ہیں، آپ ایک بہترین خطیب تھے اور خطابت کا اسلوب عمدہ تھا، زبان وبیان میں مٹھاس اور لب ولہجہ میں شیرینی پائی جاتی تھی، ''حب رسول'' کے موضوع پر آپ کا خطاب بہت مؤثر اور دلکش ہوتا تھا، تقریباً ۱۹۹۴ء تک آپ المعہد الاسلامی تولہوا سے منسلک رہے۔

آپ کا ایک عظیم کارنامہ اور شاہکار عمل یہ ہے کہ آپ نے ملک نیپال سے ایک اردو ماہنامہ ''نورِ توحید'' کی اشاعت کی داغ بیل ڈالی اور مئی ۱۹۸۸ء کو اس مؤقر مجلّہ کا پہلا شمارہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا اور ملک نیپال سے شائع ہونے والا اردو کا پہلا ماہانہ مجلّہ ہونے کا اعزاز حاصل کیا اور پھر اس چراغ سے چراغ جلتے گئے اور آج کل نیپال سے متعدد ماہنامے شائع ہو رہے ہیں، اس مجلّہ کا امتیاز یہ رہا ہے کہ وہ مسلسل اٹھائیس برس سے شائع ہو رہا ہے اور اب تک جاری ہے، اس کا آخری شمارہ جو آپ کی حیات میں مرتب ہوا اور اس کا اداریہ برائے ٹائپنگ حوالہ کاتب کیا، یہی اداریہ آپ کی آخری تحریر ہے، اللہ کرے یہ مجلّہ توحید کا نور مستقبل میں بھی بکھیرتا رہے اور ملک وملت کی خدمت کے ساتھ اہل اسلام کی دینی رہنمائی کرتا رہے، یہ مجلّہ آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا، کہ آپ اس کے بانی ومؤسس ہیں، جب تک یہ رسالہ اپنا علمی ودینی نور پھیلاتا رہے گا، مؤسس موصوف علیہ الرحمہ کو اجر وثواب پہنچتا رہے گا۔ ان شاء اللہ

آپ کا ایک میدانِ عمل تدریس کا رہا ہے اور ۱۹۸۱ء سے ۲۰۰۷ء تک آپ نے متعدد مدارس ومعاہد وجامعات سے منسلک رہ کر برابر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ہیں، یوں بنین وبنات کی ایک بڑی تعداد کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے، یہ طلبہ وطالبات بھی آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ثابت ہوں گے۔

آپ کا ایک نمایاں عمل اور امتیازی کارنامہ دعوت وارشاد کا رہا ہے، آپ نے ہمیشہ اپنے کو اس میدان سے وابستہ رکھا، دعوتی میدان میں آپ کا کردار نمایاں رہا ہے، آپ خطبات جمعہ کا اہتمام کرتے تھے اور ملک وبیرون ملک متعدد اہم کانفرنسوں، سیمیناروں میں شرکت کرتے تھے اور ان میں اپنی خطابت کا جادو جگاتے تھے، علاقہ وجوار کے اجلاس میں آپ شریک ہوتے تھے، آپ کی یہ نمایاں خصوصیت تھی کہ آپ منتظمین اجلاس کی جانب سے کوئی معاوضہ نہ قبول کرتے تھے، جیسا کہ ان کے برادر صغیر نے ایک مجلس میں اس کا ذکر کیا، آپ کا انداز خطابت عمدہ تھا، اسلوب میں شیرینی وحلاوت اور انداز بیان میں سنجیدگی ومتانت پائی جاتی تھی۔

آپ اپنے قائم کردہ ''مرکز التوحید'' کے صدر تھے، مرکز کے متعدد اقسام وشعبہ جات تھے اور ہر ایک کے ذمہ دار آپ ہی تھے اور تمام تر نشاطات اور سرگرمیوں کی انجام دہی آپ کا کارنامہ تھا اور تمام نشاطات کو بحسن وخوبی انجام دینے میں آپ کافی حد تک کامیاب تھے، ہاں ان کے رفقاء کار آپ کے بہترین معاون کا کردار ادا کرتے تھے۔

مرکز کا اہم تعلیمی شعبہ مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ ہے، اس کے ناظم اعلی آپ ہی تھے اور اپنی لگن اور محنت سے اس مدرسہ کو کافی ترقی دی اور جلد ہی اس کو ایک عظیم نسواں درسگاہ بنا دیا، جس میں کثیر تعداد میں بچیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں، ہزار سے زائد عالمہ وفاضلہ بن کر کارگاہ حیات میں مصروف عمل ہیں، کوئی معلّمہ وداعیہ ہے تو کوئی گھر کی مربیہ بن کر اپنی گھریلو زندگی میں ایک بہتر کردار ادا کر رہی ہے۔

مرکز کا ایک اہم شعبہ رفاہی امور کا ہے، آپ کی رہنمائی میں مرکز کا یہ شعبہ ہمیشہ سرگرم عمل رہا ہے، موسمی مشاریع کی تنفیذ کے علاوہ مختلف آفات وحوادث کے موقع پر اس شعبہ کے ذریعہ ریلیف کا کام بہت عمدہ پیمانے پر انجام دیا گیا، ابھی ۲۵/اپریل کے زلزلے کے موقعہ پر مرکز نے زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں زبردست تعاون وامداد کا کارنامہ انجام دیا ہے، ایسے مواقع پر آپ کی فکرمندی قابل تعریف ہوتی تھی۔

مرکز التوحید کا ایک اہم شعبہ صحافت کا شعبہ ہے، اسی شعبہ سے ماہانہ مجلّہ ''نورِ توحید'' اٹھائیس برسوں سے شائع ہو رہا ہے، اس کے بانی اور روح رواں آپ تھے، آپ کا یہ اداریہ اختصار مفید کا آئینہ دار ہوا کرتا تھا، ایک صفحہ پر مشتمل شعور وآگہی کالم کے تحت آپ کا اداریہ اہل علم ونظر کے نزدیک کافی پسند کیا جاتا تھا، اسی شعبہ سے متعدد علمی ودعوتی کتب کی اشاعت عمل میں آئی اور اشاعت پذیر بعض کتب درج ذیل ہیں:

۱۔ سوئے حرم	مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری رحمہ اللہ
۲۔ ضعیف وموضوع احادیث	مولانا عبدالسلام رحمانی
۳۔ اتباع سنت	// // //
۴۔ میڈیا روپ بہروپ	سہیل انجم حفظہ اللہ
۵۔ خوشہ کشتِ حرم	حماد انجم رحمہ اللہ

اسی شعبہ سے نیپالی زبان میں ایک ماہانہ مجلّہ کی اشاعت کا آغاز مولانا مدنی نے بڑے عزم وہمت سے کام لیتے ہوئے کیا تھا اس کے لئے کاٹھمنڈو میں ایک آفس قائم کیا اور اس مجلّہ کا بڑا پیارا نام تجویز کر کے رکھا تھا ''ہامرو سوغات''، ''ہمارا تحفہ''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس کے چند شمارے شائع ہوئے لیکن بوجوہ وہ مجلّہ بند ہوگیا، کاش یہ مجلّہ جاری رہتا اور صرف نیپالی زبان سے واقف اہل وطن اسلامی تعلیمات سے روشناس ہوتے رہتے ولکن قدر اللہ وما شاء فعل.

مرکز کا ایک اہم شعبہ دعوت وارشاد ہے، اس شعبہ کے ذریعہ مولانا عبداللہ مدنی کے نمایاں کارنامے درج ذیل ہیں:

☆خود آپ نے متعدد اجلاس، سیمینار اور کانفرنسوں کا انعقاد کیا، جیسا کہ ذکر آچکا ہے۔

☆خود آپ کے دینی خطبات، محاضرات ومقالات جو بیشتر نور توحید میں شائع ہیں، جنھیں یکجا کرکے ان شاء اللہ جلد ہی شائع کیا جائے گا۔

☆آپ نے متعدد اجلاس، سیمینار اور کانفرنسوں کا انعقاد کیا، جن میں ملک وبیرون ملک کے نامور اہل علم کو مدعو کیا، ان پروگراموں کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں کافی تگ ودو کرتے تھے اور ان کے اخوان اور رفقاء کار ان کا بھرپور ساتھ دیتے تھے۔

۲۰۰۵ء میں آپ نے ایک اہم کانفرنس کا انعقاد کیا موضوع تھا۔صحافت کانفرنس۔اس میں ملک وبیرون ملک کی نامور شخصیات نے شرکت کی تھی، کانفرنس بہت ہی کامیاب تھی، اس کی پوری تفصیل نور توحید کے خصوصی نمبر میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

آپ نے انتہائی حساس اور سلگتے ہوئے موضوع پر ایک کانفرنس ''انسداد منشیات کانفرنس'' کا اہتمام کیا اور اس میں متعدد ادیان ومذاہب کے اہل علم واختصاص اور متعدد شعراء کو مدعو کیا، اپنی نوعیت کی منفرد کانفرنس تھی، اس میں مسلم اسکالروں کے ساتھ، نصرانی، سکھ، ہندو مت اور بدھ مت کے ماننے والے مذہبی رہنماؤں کو مدعو کیا اور انسداد منشیات کے موضوع پر اظہار خیال کا موقع دیا اور اسی موضوع پر ادبی ،شعری مجلس کا اہتمام کیا۔

یہ بھی ایک کامیاب کانفرنس تھی، اس سے سماج میں ایک بہترین پیغام گیا اور اس کا عمدہ اثر مرتب ہوا، تفصیل مجلّہ نور توحید کے ''انسداد منشیات کانفرنس نمبر'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، اصلاح معاشرہ کانفرنسوں کا انعقاد آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

آپ نے ایک بہترین خطیب اور مقرر کی حیثیت سے بعض ٹی وی چینل پر دینی موضوعات پر اپنا بیان ریکارڈ کروایا، چنانچہ پیس ٹی وی اور زی سلام ٹی وی پر آپ کی تقاریر نشر ہوتی رہیں اور سامعین عالم آپ کو سماعت فرماتے اور اس کے ذریعہ آپ نے عالمی سطح پر شہرت پائی۔

خلاصہ یہ ہے آپ نے اپنی حیات مستعار میں متعدد اہم کارنامے انجام دیئے میں کامیابی حاصل کی، یوں علمی ودعوتی امور سے آپ کا گہرا لگاؤ تھا، کارنامے اور بھی ہیں، آپ نے مرکز التوحید کے زیر اہتمام کل نیپال مسابقات علمیہ کا انعقاد کیا، ایک بار مسابقہ حفظ قرآن کریم وحفظ حدیث کا مسابقہ کرشنا نگر میں منعقد ہوا، حفظ حدیث کے زمرہ میں طالبات بھی شریک ہوئی تھیں، یہ مسابقہ بہت کامیاب تھا۔

ایک کل نیپال مسابقہ حفظ قرآن کریم وحفظ احادیث نبویہ کا انعقاد آپ نے کاٹھمنڈو میں کیا، بیرون ملک سے ممتحنین کو مدعو کیا گیا تھا، یہ مسابقہ بڑی اہمیت کا حامل تھا، اس کا آخری تقسیم انعامات پروگرام بہت آب وتاب کے ساتھ ہوٹل ہمالیہ کے گرانڈ ہال میں منعقد ہوا تھا، اس میں مہمانان خصوصی سفیر مصر برائے نیپال، مولانا عبدالوہاب صاحب خلجی، مولانا صلاح الدین مقبول احمد مدنی، مولانا ارشد مختار صدر جامعہ محمدیہ منصورہ، مالیگاؤں شریک ہوئے، متعدد سماجی وسیاسی رہنما اور علماء کی ایک بڑی تعداد شریک محفل تھی، دراصل اس پروگرام میں صدر جمہوریہ نیپال عالی جناب رام برن یادو کو مدعو کیا تھا انہوں نے آپ کی دعوت قبول کرلی تھی، مگر پھر بوجوہ وہ خود ہوٹل میں تشریف نہ لائے بلکہ ایک مختصر تعداد کو صدارتی محل شیتل بھون میں مدعو کیا اور وہیں پر تقسیم ایوارڈ کی مجلس منعقد ہوئی راقم بھی حاضر تھا وہاں۔

کل ۳۲ر آدمی شریک ہوئے پروگرام کا آغاز نیپال کے قومی ترانہ سے ہوا، پھر قرآن کی تلاوت سے محفل کا آغاز ہوا، نیپال کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جب اہم ترین سرکاری مقام یعنی صدارتی محل میں صدر نیپال اور دیگر معززین کی موجودگی میں قرآن کریم کی آواز گونجی اور قرآن کریم کے حوالہ سے کسی اولین مجلس کا انعقاد تھا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ مولانا عبداللہ صاحب کا ایک عظیم ونادر کارنامہ تھا، اس مسابقہ کی تفصیلی رپورٹ راقم کے قلم سے نور توحید کے ایک شمارے میں شائع ہوچکی ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ کی خدمات کو قبول فرماکر ان کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔آمین

انسان خواہ کتنا عظیم ہو اس کی کتنی خوبیاں ہو مگر ایک بشر کے ناطے اس میں خامیاں بیشک پائی جاتی ہیں، مولانا میں خوبیاں تھیں کمیاں بھی رہی ہوں گی، اللہ تعالیٰ مولانا کے حسنات پر اجر سے نوازے اور سیئات سے درگزر فرمائے اور آپ کو کروٹ کروٹ جنت دے، اللھم اغفرلہ وارحمہ وأدخلہ جنۃ النعیم

آپ کی وفات کاٹھمنڈو ٹیچنگ ہاسپٹل میں ہوئی تھی وہاں سے مولانا کی نعش منگل بدھ کی درمیانی شب میں کرشنا نگر پہونچی اور بدھ کو بعد ظہر جنازہ کی صلوٰۃ پڑھی گئی، جنازہ میں عوام کا ازدحام وہجوم تھا، علماء وطلباء کی تعداد کافی تھی، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ نے جنازہ کی صلوٰۃ پڑھائی بعدہ آپ کی تدفین عمل میں آئی۔رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ.

☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ایک حق گو اور بے باک عالم دین

ڈاکٹر نور اللہ خاں اثری (ناظم اعلی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلرھا)

مولانا جھنڈانگری رحمہ اللہ کی شخصیت برصغیر ہند و نیپال کی ایک گوہر نایاب حیثیت کی حامل تھی اور نصف صدی تک اپنی علمی، اخلاقی، سیاسی، تمدنی اور معاشرتی خدمات کا لوہا منوا کر موصوف اپنے رفیق اعلی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا مدنی رحمہ اللہ کے بارے میں علامہ اقبال کا ایک شعر پیش خدمت ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مولانا مدنی رحمہ اللہ اس شعر کے پورا پورا مصداق تھے۔ مولانا کو جہاں اور جس ملک میں خطاب کرنے کا موقع ملا وہاں برملا حق گوئی کا مظاہرہ کیا۔ مولانا رحمہ اللہ کئی بار مملکتِ سعودیہ عربیہ اور دیگر بلاد عربیہ میں بغرض دعوت وتبلیغ تشریف لے گئے، برطانیہ کا بھی سفر کیا اور ہند و نیپال کی بڑی بڑی کانفرنسوں میں شرکت کی اور ہر جگہ برملا حق کا اعلان کیا۔ پاکوڑ جھارکھنڈ کے اجلاس میں یہ خاکسار بھی مولانا کے ساتھ شریک اجلاس تھا۔

ہمارے یہاں مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلرہا بلرام پور میں جون ۱۹۸۳ء میں مولانا عبدالعزیز مدنی طیب پوری کے لڑکے عزیزم عبدالحفیظ کی تقریب نکاح میں تشریف لائے اس کے بعد پھر دوبارہ تشریف نہ لا سکے۔

مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری رحمہ اللہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، جمعیۃ و جماعت کے ایک غیور عالم دین تھے، جماعتی حمیت آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ۱۹۸۹ء میں جب مبعوث ہوئے تو کئی اداروں کو خیر باد کہہ کر اپنے علاقہ میں تشریف لے آئے اور مسلم بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لیے نیپال کی اولین اقامتی درس گاہ قائم کیا اور بڑی ہمت و جرأت کا مظاہرہ قائم کرتے ہوئے پہلے اپنے گھر میں ادارہ چلایا پھر انتہائی جدوجہد اور محنت شاقہ کے بعد تعمیرات کا سلسلہ شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مدرسہ کی شاندار عمارت تیار ہوگئی۔ مدرسہ خدیجۃ الکبری کی پرشکوہ عمارتیں اور یہاں کی مسجد کے منارے مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی یاد دلا رہے ہیں۔ اللہ تعالی مولانا مدنی رحمہ اللہ کے قائم کردہ ادارے کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ اسے استحکام بخشے، اس کی ضیاء بار کرنوں کو دور دراز تک پہنچائے اور اسے مولانا مدنی رحمہ اللہ کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین

مولانا مدنی رحمہ اللہ ایک غیور عالم دین، ایک بے باک صحافی و باکمال خطیب بھی تھے، آپ نے مرکز التوحید سے ''نور توحید'' نامی معیاری ماہنامہ جاری کیا اور تاحیات اس کے مدیر مسئول رہے، ناچیز اس ماہنامہ کا برابر خریدار رہا ہے۔ مولانا مدنی رحمہ اللہ کی تحریریں اعلی صحافت کا زندہ نمونہ ہیں بالخصوص مولانا مدنی کی تحریر کردہ اداریے جس میں حالات حاضرہ، ملکی و عالمی سیاست، خواتین ملت اسلامیہ کے عائلی مسائل اور مسلکی و مذہبی تعصب پر بڑا اچھا تلا تبصرہ ہوا کرتا تھا، سب سے بڑی بات یہ کہ عقیدۂ توحید کے خلاف کہیں بھی کوئی شوشہ اٹھا تو فوراً ہی مولانا مدنی نے اس کا نوٹس لیا اور اس سلسلے میں کسی بھی طرح کی مداہنت نہیں برتی، اسی طرح بدعت کی تنکیر اور سنت کی حمایت میں کسی سے کوئی مصالحت نہیں کی اور آپ کا یہ وہ مضبوط موقف تھا جس میں آپ کبھی متزلزل نہیں ہوئے۔

مولانا مدنی رحمہ اللہ ایک بیدار مغز مدبر اور منتظم تھے، عمدہ اخلاق وسیرت کے مالک تھے، خدیجۃ الکبری کے در و دیوار اس بات کے گواہ ہیں جو کوئی بھی یہاں آیا ہوگا اس نے مولانا کے اعلی اخلاق و کردار اور فیاضی و مہمان نوازی کا مشاہدہ ضرور کیا ہوگا۔ ذاتی طور پر ۱۹۷۲ء ہی سے میں اس علمی خانوادے سے منسلک ہوں، میری تمام بچیاں مدرسہ خدیجۃ الکبری کی تعلیم یافتہ ہیں، برابر یہاں آنا جانا رہا ہے اور اب بھی ہے۔ محترم ڈاکٹر سعید احمد صاحب مہتمم مدرسہ ہذا میرے انتہائی قریبی ساتھیوں میں سے ہیں، دار الحدیث مئوناتھ بھنجن اور طبیہ کالج لکھنؤ میں ہم سبق رہے ہیں، وہ تو میرے رفیق خاص ہیں اور آپسی تعلقات گھریلو جیسے ہیں۔ مولانا مدنی رحمہ اللہ جن ایام میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں زیر تعلیم تھے، تقریباً ایک سال تک اہل حدیث مسجد نادان محل روڈ میں ایک ساتھ رہتے تھے۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ مولانا کے اخلاق کتنے عمدہ و اعلی تھے۔ مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ سابق صدر مرکز التوعیہ دہلی سے برابر یہاں آپ کی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ پھر مولانا مدنی رحمہ اللہ کا داخلہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیۃ الدعوہ میں ہوگیا اور آپ وہیں منتقل ہوئے۔ پہلی بار جب سالانہ چھٹی ہوئی تو مولانا مدنی رحمہ اللہ، شیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی حفظہ اللہ، مولانا عبدالعزیز طیبی حفظہ اللہ اور مولانا عابد علی مدنی سمرہنوی رحمہ اللہ تشریف لائے اور بڑے ہی تپاک سے ملے اور سبھوں سے معانقہ ہوا، مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ نے مجھے طب سے متعلق ابتدائی سرجری کے کچھ اوزار ہدیہ کیا، میرے پاس آج بھی ان میں سے کچھ اوزار موجود ہیں، بڑی فرحت محسوس ہوئی تھی۔ آج جب موصوف ہمارے درمیان نہیں ہیں تو دل میں ایک ٹیس سی محسوس ہوتی ہے۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ کا ایک زریں کارنامہ یہ تھا (بقیہ ص: ۴۴ پر)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آہ مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری!

سہیل انجم (وائس آف امریکہ)

یہ حقیقت ذہن قبول کرنے کو تیار نہیں ہے کہ مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ لیکن یہ ایک اٹل سچائی ہے اور قانون قدرت بھی ہے لہٰذا اسے تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ ابھی چند روز قبل ایک پروگرام میں شرکت کی غرض سے وہ دہلی آئے تھے۔ پروگرام ایک ہفتے کا تھا اور وہ پورے ہفتے رہے۔ اس موقع پر ان سے ملاقاتیں بھی رہیں۔ جس روز ان کو دہلی سے جانا تھا اس سے ایک روز قبل میں رات میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے نہرو گیسٹ ہاوس میں جہاں ان کا قیام تھا ملنے گیا۔ کافی دیر تک ساتھ رہا۔ ہم لوگوں نے ساتھ کھانا کھایا۔ ان کے بھائی عبدالعظیم بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ چونکہ دل اور شوگر کے مریض تھے اس لیے جہاں بھی جاتے اپنے کسی نہ کسی بھائی کو ساتھ رکھتے۔ اس سے دس پندرہ روز قبل بھی وہ ایک اسی قسم کے پروگرام میں شرکت کی غرض سے دہلی آئے تھے۔ اس وقت ان کے دوسرے بھائی زاہد آزاد ان کے ساتھ تھے۔ اس وقت ان کا قیام ہوٹل ریور ویو ابوالفضل میں تھا۔ اس وقت بھی ہم لوگ کافی دیر ساتھ رہے۔ ایسا بہت کم ہوتا کہ وہ دہلی آئیں اور خاکسار سے ملاقات نہ ہو یا میں اپنے وطن جاؤں اور ان کے دولت خانہ جھنڈانگر نیپال، جہاں ان کے ادارے بھی ہیں، نہ جاؤں اور ان سے ملاقات نہ کروں۔ یہ خیال کبھی بھی دل میں نہیں آیا کہ وہ اس طرح اچانک ہم لوگوں کو چھوڑ کر دنیا سے چل بسیں گے۔

۲۱ دسمبر کو میں ان کے اور اپنے ایک بہت ہی خاص دوست شیخ صلاح الدین مقبول کے ساتھ منڈاولی، دہلی میں ایک پروگرام میں تھا۔ وہیں کاٹھمانڈو سے فون آیا کہ مولانا مدنی کی طبیعت اچانک خراب ہو جانے کی وجہ سے ان کو ایک اسپتال میں داخل کرایا گیا ہے، جہاں ان کے دل کا آپریشن ہوا ہے، مگر ان کی حالت نازک ہے، انھیں وینٹی لیٹر پر رکھا گیا ہے، ان کے لیے دعا کریں۔ میں نے فوراً ان کے بھائی، انجمن ارتقائے اردو ادب نیپال کے جنرل سکریٹری، عالمی یوم اردو کمیٹی کے نیپال کے کنوینر اور معروف شاعر زاہد آزاد جھنڈانگری کو فون کیا۔ انھوں نے بھی وہی باتیں بتائیں اور دعا کی درخواست کی۔ اگلے روز صبح پونے گیارہ بجے فون آیا کہ مولانا کا انتقال ہو چکا ہے۔ یقین نہیں آیا۔ ان کے گھر فون کیا۔ خبر کی تصدیق ہوگئی۔ حالانکہ ان کی حالت اتنی خراب نہیں تھی کہ ایسا حادثہ پیش آتا۔ انھیں کاٹھمانڈو کے سب سے اچھے ہارٹ اسپتال میں داخل کیا گیا تھا۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ چونکہ کئی نسیں بند ہوگئی ہیں اس لیے ایک چھوٹا سا آپریشن کرنا پڑے گا۔ آپریشن ہوا مگر اسی درمیان ان کا شوگر لیول پانچ سو سے اوپر پہنچ گیا۔ دواؤں نے کام کرنا بند کر دیا۔ اس طرح عالم بے ہوشی میں روح پرواز کر گئی۔ اسپتال کے ڈاکٹر بھی حیران تھے کہ یہ کیا ہوگیا۔ مولانا تو اپنے پیروں پر چل کر خوش و خرم آئے تھے۔ ذرا سی تکلیف تھی۔ اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ لیکن شائد قدرت کو اسی بہانے انھیں دنیا سے اٹھانا تھا۔

مولانا عبداللہ مدنی کثیر جہت شخصیت کے مالک تھے۔ وہ جامعہ سلفیہ بنارس، ندوۃ العلما لکھنؤ اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ انھوں نے نیپال کے جھنڈانگر میں جسے کرشنانگر بھی کہا جاتا ہے، ۸۰ کی دہائی میں مرکز التوحید کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا جس کے تحت لڑکیوں کا تعلیمی ادارہ مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات چل رہا ہے۔ اس ادارے سے سیکڑوں لڑکیاں دینی تعلیم حاصل کر کے عالمہ و فاضلہ بن کر باہر آئیں۔ ان میں سے کئی مختلف اداروں میں تدریسی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ مرکز التوحید کے تحت ایک شاندار لائبریری بھی ہے جس کی اپنی عمارت ہے اور جس سے بہت سے تشنگان علوم استفادہ کرتے ہیں۔ انھوں نے تقریباً تیس سال قبل ''نور توحید'' کے نام سے ایک دینی ماہنامہ کا اجرا کیا تھا جو اب بھی پابندی کے ساتھ مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ مولانا اس کے مدیر مسؤل تھے۔ اس کا اداریہ وہی تحریر کرتے۔ انتہائی مختصر مگر جامع اداریے میں جس کا عنوان شعور و آگہی ہوتا تھا، مختلف مسائل پر قرآن و سنت کی روشنی میں اظہار خیال کرتے۔ وہ نیپال کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا اردو مذہبی رسالہ ہے۔ خاکسار اس کے ادارتی بورڈ میں شامل ہے۔ انھوں نے اس رسالہ کے ذریعے ملک نیپال میں اردو زبان میں اسلام کی جو شمع جلائی تھی اس سے بہت سے گم گشتہ افراد کو صحیح راستے کا پتہ چلا۔

مولانا عبداللہ مدنی نہ صرف نیپال میں بلکہ پورے عالم اسلام میں جانے پہچانے جاتے تھے۔ وہ نیپال کے چند معزز علما میں سرفہرست تھے۔ وہ جمعیت اہلحدیث نیپال کے سرپرست تھے۔ انھوں نے کبھی اسے پسند نہیں کیا کہ وہ خود الیکشن لڑیں۔ اس لیے انھیں سرپرست بنایا جاتا رہا۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں ہونے والی اسلامی کانفرنسوں، سمیناروں اور پروگراموں میں وہی نیپال سے جماعت اہلحدیث کی نمائندگی کرتے تھے۔ (بقیہ ص ۶ پر)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مری کتاب زیست کا ہر اک ورق گلاب ہے

(مولانا عبداللہ مدنیؒ۔ یادوں کے کچھ انمٹ نقوش)

عبدالقدیر عبدالعزیز سلفی

شیخ عبداللہ بن عبدالتواب مدنی رحمہ اللہ کی شخصیت ان لوگوں میں سے تھی جن کو ان کی زندگی ہی میں بے پناہ چاہا گیا، بے لوث محبتوں سے نوازا گیا، ان کے بڑوں نے ان کی خدمات کا کھل کر اعتراف کیا اور سراہا، چھوٹوں نے رشک کی نگاہوں سے دیکھا اور آپ کے جیسا بننے اور کرنے کی کوشش کی۔ زندگی کے ہر گوشے میں آپ نے اپنا انداز جدا رکھا تھا، بات علم کی ہوئی تو اس میں جی جان سے محنت کی، بات ادب وسلیقہ کی ہوئی تو اپنے کو ممتاز بنالیا، بات فنون وادب کی آئی تو ایک معیار متعین کیا، بات خورد نوازی کی آئی تو اس میں پیش پیش رہے اور ہر چھوٹے بڑے کو سراہا اور حوصلہ افزائی کی۔ تواضع ایسا کہ اس کے ساتھ کبر وغرور کا شائبہ نہ تھا۔ نفاست اتنی کی ہر کوئی ویسا ہی بننا چاہے، وضع داری ایسی کی ہر انسان نقالی کی کوشش کرے، غرض اس دنیا میں چلتے پھرتے تاج محل کی مانند تھے جس کی خوبصورتی ہر باذوق انسان کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہے۔ بلاشبہ یہ خوبیاں ایسی ہیں جو ہر کسی کے اندر بآسانی نہیں جمع ہوتیں اور اس گئے گزرے دور میں ان خوبیوں کا ایک ساتھ کسی کے اندر جمع ہونا ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔

راہ دیکھا کرے گا صدیوں تک　　چھوڑ جائیں گے یہ جہاں تنہا

مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ نے جب آنکھ کھولی تو دینی ماحول ان کے ارد گرد موجود تھا، اسی میں ان کی پرورش وپرداخت ہوئی اور بچپن میں ہی دینی نقش ان کے ذہن پر بیٹھ گیا، اور جب سن شعور کو پہنچے تو خالص کتاب وسنت کی تعلیم کے لیے سلفی مدارس میں داخلہ لیا۔ اور جب تعلیم سے فارغ ہوئے تو دنیا کے اندر توحید کو پھیلانے کا عزم کیا، اور اس پر آخری سانس تک عامل رہے، آپ کے ہر عمل کا بنیادی محور توحید ہی ہوتا تھا۔ آپ نے ادارے کی بنیاد رکھی تو توحید کے نام پر، آپ نے رسالہ نکالا تو توحید کے نام سے، آپ کے خطابت کا بیشتر موضوع توحید تھا غرض کہ زندگی کے ہر شعبے میں توحید کو اولیت کا درجہ دیا۔

شیخ مرحوم کا نام جامعہ سراج العلوم میں سنا تھا اور آپ کے رسالہ نور توحید کے ذریعہ آپ کے مضامین کو پڑھنے اتفاق بھی ہوتا تھا، مگر دہلی میں آکر شیخ سے جب ملاقات ہوئی تو ایسی کہ استاذ وشاگردی کا مضبوط رشتہ بن گیا اور وہ میرے لیے ایک ایسے مربی بن گئے جو زندگی کے ہر موڑ پر مخلصانہ حوصلہ افزائی و رہنمائی کرتے رہے۔ شیخ جب بھی دہلی آتے ہمیشہ شیخ عبدالوہاب خلجی حفظہ اللہ کے یہاں قیام کرتے تھے، مگر ۲۰۱۲ء میں جمعیت اہل حدیث کے آفس کے قیام کے بعد سے جب بھی آنا ہوتا تو یہیں قیام کو ترجیح دیتے، بہت سی ادبی و علمی موضوعات پر گفتگو ہوتی، شیخ کا مطالعہ علوم شرعیہ میں جتنا وسیع تھا، ادبی موضوعات پر بھی اتنا ہی گہرا تھا۔ علماء میں ادب وفن سے ایسا لگاؤ اور ایسی دسترس بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔ حالانکہ حقیقت بقول شیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ کے یہ ہے: ''اردو میں اگر شاعری ڈھنگ سے کی جائے تو علماء کے لئے اچھا شاعر بننے کا زیادہ امکان ہے، کیوں کہ ان کے پاس زبان وبیان کا سرمایہ زیادہ ہوتا ہے، ان کے دسترس میں کئی زبانیں ہوتی ہیں، فنی معلومات بھی ان کو زیادہ ہوتی ہیں لیکن چونکہ شاعری کا میدان ان کی دینی وعملی زندگی سے ہم آہنگ نہیں ہوتا اس لئے ریاض اور مشق کی طرف توجہ نہیں ہوتی، نہ طلب وچاہت بن پاتی ہے، نہ اکسپوز ہونے کا موقع ملتا ہے، نہ تعمد اور قصد ہوتا ہے، نہ کوئی داعیہ بن پاتا ہے، بس شوقیہ گاہے بہ گاہے کچھ کہہ لینے تک بات رہ جاتی ہے۔''

مجھے یاد ہے مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ کے عالمی سیمینار میں شرکت کے لیے جب دہلی تشریف لائے تو قیام جمعیت کے آفس ہی میں کیا تھا، پوری رات شیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ کے ساتھ مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے، پرانی یادوں اور پرانے واقعات کا ذکر کیا اور شاعری وادب کے حوالے سے بہت سی نادر ونایاب واقعات واشعار سنائے جو بہت ہی پرلطف اور معلوماتی تھے۔

مولانا سے آخری دنوں میں جو لگاؤ اور تعلق بنا تھا اس کی بناء پر شیخ کے اچانک چلے جانے سے ذہن ودماغ پر ایک عجیب سا دھچکا لگا، جب برادرم عبدالصبور ندوی حفظہ اللہ نے یہ خبر دی کہ ''عم محترم اب نہیں رہے''۔ اس سے قبل جب مولانا بیمار ہوکر آئی سی یو میں داخل ہوئے تھے اسی وقت سے پل پل کی خبر ملتی رہی مگر آخری خبر ایسی ہوگی یہ اندازہ ہرگز نہیں تھا۔

۲۲ر دسمبر کی صبح تقریبا نو بجے یہ خبر ملی کہ شیخ کی طبیعت بہت زیادہ نازک ہو چلی ہے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے، فون اٹھایا شیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ کو فون لگایا، فون پر بتایا کہ مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا ہے اور شیخ عبداللہ مدنی صاحب کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے وینٹیلیٹر پر رکھا گیا ہے دعا کریں۔ فون رکھا کہ دس بج کر دس منٹ پر یہ پیغام ملا کہ شیخ محترم نہیں رہے۔ فورا ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی دل کو کسی پل سکون نہیں ہو رہا تھا، شیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی حفظہ اللہ کو فون لگایا آپ کو خبر مل چکی تھی اور آفس کے لیے نکل چکے تھے، آفس پہنچے فیصلہ ہوا کہ جنازہ میں ضرور شامل ہونا چاہیے، معلوم کیا گیا تو پتہ چلا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ تدفین دوسرے دن بعد نماز ظہر ہوگی۔ برادرم راشد حسن سلفی کو فون کیا پروگرام بنا اور سفر کے لیے نکل پڑے، راستے میں لکھنؤ سے شیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ کو ساتھ میں لے کر جھنڈانگر کی طرف روانہ ہوگئے۔ صبح جب جھنڈانگر پہنچے تو علماء وعوام کا ایک سیلاب امڈا ہوا تھا، جھنڈانگر میں سناٹا چھایا ہوا تھا ایسا لگ رہا تھا جھنڈانگر اپنے اس ہردل عزیز شخصیت کے چلے جانے پر سوگوار ہے، کہا جاتا ہے کہ خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ کے بعد مولانا مدنی کے جنازہ میں اتنے لوگوں نے شرکت کی۔ اور میرے علم کی حد تک ہندوستان کے چیدہ چیدہ علماء آپ کی نماز جنازہ میں شریک تھے، اس سے بھی آپ کی مقبولیت ومحبوبیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

شیخ محترم کے اندر بڑکپن اتنا تھا کہ انھوں نے اپنے اور غیروں کو یکساں سراہا، پیار کیا، عزت دی، رہنمائی کی اور نوازا۔

جھنڈانگر میں انتقال کے دو ماہ پہلے آپ سے تفصیلی ملاقات رہی، جس میں آپ سے ابناء جامعہ سلفیہ کے خاکہ کے سلسلے میں بات ہوئی، آپ نے اپنے مفید مشوروں سے نوازا، خصوصا ابناء کا ترجمان نکالنے کے سلسلے میں آپ نے اپنے تجربات کی روشنی میں بہت ہی مفید رہنمائی کی۔ افسوس کہ شیخ اس کے قیام سے پہلے ہم سے رخصت ہوگئے۔ اللہ ہمیں اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کی توفیق بخشے۔

شیخ محترم کو مختلف اسٹیجوں سے دعوت وتبلیغ کا موقع ملا اور آپ نے توحید کے پیغام کو ہر جگہ عام کیا۔ آپ کو جلسوں میں بھی خوب پذیرائی ملی آپ کی خطابت میں جو ٹھہراؤ اور چاشنی تھی وہ بہت کم خطباء میں ملتی ہے، آپ کی زبان میں وہ لطافت تھی کہ سامع سنتا جائے اور آپ کی آواز وانداز میں کھوتا جائے اور آپ کا پیغام اس کے دل میں اترتا جائے۔ مگر ان سب کے ساتھ ایک بات جو شیخ کو ممتاز کرتی ہے کہ اس بھیڑ میں آپ نے اپنے اندر انا کی بیماری نہ پالی، نہ حسد کے سانپوں کو بسیرا کرنے دیا، تواضع کا دامن ایسا تھاما کہ کبر وغرور کا گزر دور دور تک نہیں تھا۔

آپ تعلقات نبھانے میں بھی بے مثال تھے، اسی لیے آپ کے چاہنے والوں میں علماء وطلباء کے علاوہ وکلاء ڈاکٹروں شاعروں وغیرہ کی ایک طویل فہرست تھی۔ اور کمال یہ کہ آپ یہاں بھی اپنے مشن کو نہیں بھولتے ہیں، آپ کو اگر بکل اتنا ہی جیسے بریلوی صوفی شاعر سے تعلق خاطر ہوا تو آپ نے ان کو اپنے ادارہ میں مدعو کیا اور انھیں بھی توحید کی دعوت پیش کی اور اس موضوع پر کتابیں ہدیہ میں دیں جس کو پڑھ کر انھوں نے اس کی تعریف بھی کی۔ ملک نیپال جیسے ہندو اکثریتی ملک میں قرآن وتوحید کے نور کو جا بجا ایسا روشن کیا کہ آئندہ کئی برسوں تک اس کی کرنوں سے لوگ راہ یاب ہوتے رہیں گے۔

آپ کے رہنے سہنے کا انداز بالکل جداگانہ تھا، آپ نے زندگی کے تمام شعبوں کی طرح اس میدان میں بھی کبھی کسی کی تقلید نہیں کی۔ ایک بار جب آپ کے گھر گیا، کمرے میں بیٹھا جب ناشتے سے فارغ ہوکر ہاتھ دھلنے کے لیے واش روم میں جانے لگا تو شیخ نے کہا عزیزم ایسا کمرہ کہیں دیکھا ہے جس میں دونوں طرف اٹیچ باتھروم ہو؟ آپ نے مہمانوں کی سہولت کے لیے اپنے کمرے میں ایک طرف انگریزی اور ایک طرف ہندی باتھروم بنوا رکھا تھا۔

آپ کی مہمان نوازی کی ایک دنیا قائل ہے، آپ کے ساتھ پڑھنے والے اور ساتھ رہنے والے سبھی احباب ومشائخ کا کہنا اور ماننا ہے کہ آپ بچپن سے ہی اپنے ساتھیوں میں ان سب خوبیوں میں ممتاز تھے، حالانکہ بیماری کے دنوں میں بھی مہمان کا ساتھ دینے کے لیے جب کہ شوگر زیادہ بڑھا ہوا ہوتا تب بھی میٹھا کھا لیتے تھے اور کہتے میاں کھالو میں مریض ہوکر ساتھ دے رہا ہوں اور آپ ماشاء اللہ صحت مند ہوکر نہیں کھا رہے ہیں۔

یہاں آپ کے تعلق سے ایک واقعہ نقل کرنا بے جا نہ ہوگا، جو شیخ محترم کی شخصیت کو مزید ممتاز بناتا ہے۔ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں عالمی سیمینار تھا، آپ جھنڈانگر سے کچھ لوگوں کے ساتھ اس میں شریک ہوئے، واپسی پر سب لوگوں نے تھوڑی بہت خریداری کی، کچھ لوگ جو ساتھ تھے انھوں نے کوئی خریداری نہیں کی، شیخ محترم نے چپکے سے ایک لڑکے کو پیسہ دیا اور جتنے لوگ تھے اتنی پیکٹ مٹھائی پیک کرا کر لانے کے لیے کہا اور پھر سب کو ایک ایک ڈبہ دے دیا کہ بچوں کے لیے گھر لے جائیں، آج کے زمانے میں ان خوبیوں کے متصف عالم کہاں ہیں؟

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید دیکھے نہ ہوں، مگر ایسے بھی ہیں

شیخ محترم کی ایک نمایاں لائق تحسین وتقلید خوبی یہ تھی کہ آپ نے اپنی زبان سے کبھی کسی کی دل شکنی، دل آزاری نہیں کی، کسی کو زدوکوب نہیں کیا، آپ کو اگر کسی نے کچھ کہا بھی تو مسکرا کر ٹال گئے، کبھی کسی کی ذاتیات سے بحث نہیں کرتے تھے، اگر کبھی ذکر بھی آتا تھا تو میاں کیا بے کار کی بحث کر رہے ہو کہہ کر ٹال جاتے تھے، اور موضوع کا رخ دوسری جانب موڑ دیتے تھے۔ ہاں جب کسی نے مسلک ومنہج پر تنقید کی تو آپ اس کا جواب ضرور دیتے تھے مگر اسلوب اتنا پیارا ہوتا تھا کہ دشمن بھی سراہے بغیر نہ رہ سکے، اور آپ اپنے اسلوب وانداز سے مخالفین کا بھی دل جیت لیا کرتے تھے اور ان کے چہیتے بن جاتے تھے۔

میں نے ملکوں کی طرح لوگوں کے دل جیتے
یہ حکومت کسی تلوار کی محتاج نہیں

جب دشمنان سلفیت نے اپنی زبان کو منہج سلف اور سلفیوں کے لیے تلوار بنالیا تو آپ نے اداریہ بھی لکھا اور ساتھ ساتھ اشعار میں اس کا جواب بھی دیا، مگر نہایت نفیس اور شستہ زبان میں۔

آپ کی غزلوں کی خوبی یہ ہوتی تھی کہ آپ ان سے بھی قوم کو ایک پیغام دینا چاہتے تھے، کبھی کوئی نظم یا غزل بے مقصد یا بغیر پیغام کے نہیں لکھی۔ ایک بار آپ نے ایک غزل کہی، جس کا مطلع اس طرح تھا،

نہ دیوبند نہ ندوہ نہ الفلاح کی راہ فقط کتاب وسنت ہے اک نجاح کی راہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مگر شیخ نے بعد میں اس شعر کو غزل سے نکال دیا تھا کہ کسی بھی طبقہ کی دل آزاری نہ ہو اور ''نور توحید'' میں یہ غزل اس شعر کے بغیر شائع ہوئی۔

شیخ محترم کی زندگی تضادات سے پاک تھی، ورنہ آج کے دور میں تضادات کا وہ حال ہے کہ اللہ کی پناہ، شیخ جو نجی زندگی میں تھے وہی محفلوں میں بھی ہوتے تھے، وہی گھروں میں بھی، وہی جلسے جلوس میں بھی اور وہی اپنی تحریروں و تقریروں میں بھی، ہزاروں کی بھیڑ ہو، سو پچاس کی محفل ہو، دو چار کی مجلس ہو یا اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہوں ہر جگہ ایک معیار اصول قائم کر رکھا تھا جس سے کبھی نیچے نہیں اترتے۔ غرض ان بیش بہا خوبیوں کے مالک ہمارے ممدوح شیخ عبداللہ مدنی جھنڈانگری کی پوری زندگی اُن کے اِن دو اشعار کی مکمل تفسیر تھی،

میری کتاب زیست کا ہر اک ورق گلاب ہے
زبان عطر بیز سے عدو کو بھی جواب ہے

آج اکثریت کو یہ شکایت رہتی ہے کہ لوگ زندگی میں ان کی قدر کم کرتے ہیں، جیتے جی ان کو پذیرائی کم نصیب ہوتی ہے، مرنے کے بعد ہم سر دھنتے ہیں اور آہیں بھرتے ہیں، ہمارے شیخ کے ساتھ ایسا معاملہ بالکل نہیں رہا، بلکہ زندگی میں آپ کو اتنا چاہا گیا اور اتنی پذیرائی نصیب ہوئی جو بہت ہی کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔ اپنوں اور بے گانوں سب نے چاہا، مانا جانا اور دل میں بسایا۔

یادیں بہت ساری ہیں اور باتیں بھی، آپ کے احباب وہمارے مشائخ نے اس پر تفصیل سے لکھا بھی ہے، جس کی تفصیل زیر نظر شمارہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

شیخ چلے گئے، اپنی یادوں کے انمنٹ نقوش ہمارے دلوں میں چھوڑ گئے، اپنے اخلاق وشفقت سے اس طرح نواز گئے ہیں کہ جب بھی آپ کا ذکر آتا ہے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں دل میں ایک ٹیس سی اٹھتی ہے، یادوں کے زخموں پر جمی پپڑیاں اجڑنے لگتی ہیں اور ماضی میں کھو جاتے ہیں، مگر آپ وہاں چلے گئے ہیں کہ جہاں چلے جانے والوں کے بارے میں کہا جاتا ہے،

مر بھی جاؤ تو نہیں ملتے ہیں مرنے والے
موت لے جاکے خدا جانے کہاں چھوڑتی ہے

آپ کے ادارے کو آپ کے خانوادے کو اور ہمیں بھی ابھی آپ کی بہت ضرورت تھی، مگر خالق کائنات بہتر جانتا ہے کب کون سا فیصلہ بہتر ہے، آپ کے جانے کے بعد آپ کے پس ماندگان میں جو خلاء پیدا ہوا اس کی بھرپائی ناممکن ہے، آپ کے ادارے کو تقویت آپ سے تھی اس لیے آپ کا اچانک جانا ان کے لیے ایک بڑا سانحہ ہے، اللہم البدل عطا فرمائے،

تنہا تھا جو صحرا میں مسافر کا سہارا
چڑیوں کو بہت آس تھی اس بوڑھے شجر سے

ہمیں امید کہ اللہ تعالی ہمیں وہاں بھی آپ کی صحبت سے سرفراز کرے گا، رب العالمین اپنی خاص رحمت سے آپ کو جنت الفردوس سے نوازے، آمین

مولانا عبداللہ مدنی ایک نظر میں

نام ونسب: عبداللہ بن عبدالتواب بن عیدو میاں

تخلص: حامد سراجی

تاریخ ومقام پیدائش: ۱۹۵۵ء۔ جھنڈانگر، کرشنانگر، نیپال۔

تعلیم: مولوی: (عربی فارسی تعلیمی بورڈ، حکومت اتر پردیش) ۱۹۷۲ء۔

ادیب ماہر: جامعہ اردو علی گڑھ۔ ۱۹۷۲ء۔

عالمیت: جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس۔ ۱۹۷۶ء

دار العلوم ندوۃ العلماء میں دوسالہ تخصص ادب عربی کی ایک سال تعلیم۔ ۱۹۷۷ء

جامعہ اسلامیہ، مدینہ طیبہ سے چار سالہ شریعت کورس کی تکمیل۔ ۷۸ تا ۱۹۸۱ء۔

(کورس کی تکمیل کے بعد ہی سعودی کے اسلامی کورٹ میں جج بنادیے گئے تھے)

عملی زندگی: تعلیمی اداروں میں تینتیس سالہ تدریسی خدمات۔

مستقل خطبات جمعہ۔ دروس ومواعظ۔ ملک نیپال وہندوستان کے بیشتر صوبہ جات کے اجتماعات، کانفرنسز اور سیمینار میں شرکت۔

دعوت وارشاد کے حوالے سے غیر ملکی اسفار: پاکستان: منارۂ پاکستان، لاہور کی کانفرنس، فیصل آباد، جھنگ وغیرہ میں پروگرام۔

بنگلہ دیش: ڈھاکہ، راج شاہی، جیسور وغیرہ کے اجلاس میں خطاب۔

سری لنکا: انڈونیشیا کی اسلامی ایشائی کانفرنسوں میں شرکت۔ مالدیپ (مالے)۔

متحدہ عرب امارات، قطر، کویت، بحرین، سعودی عرب کی متعدد زیارات اور بعض حکومت کانفرنسوں میں شرکت۔

برطانیہ: لندن، برمنگھم، بریڈفورڈ وغیرہ میں خطاب۔

ٹی وی پروگرام: شارجہ ٹی وی، نیپال اے بی سی ٹی وی، ایم بی سی (عربی چینل) پیس ٹی وی اردو کے ذریعہ مسلسل تین برس مستقل خطابات ومذاکرات۔

ذی سلام اردو میں مسلسل دوسال سے زائد ''تفسیر قرآن'' پیش کیا۔

تصانیف: مسلسل چھبیس سالوں تک ''نور توحید'' کا اداریہ لکھا۔

ملک وبیرون ملک مختلف سیمیناروں کے لیے مقالات۔

شعری مجموعہ ''زادِرہ مومن''۔

مناصب: صدر مرکز التوحید، نیپال۔

نائب صدر نیشنل مسلم فورس، نیپال (کاٹھمانڈو)

سکریٹری جنرل مدرسہ خدیجۃ الکبری، کرشنانگر۔

مدیر مسئول ماہنامہ نور توحید۔

وفات: ۲۲ر دسمبر ۲۰۱۵ء بروز منگل۔

☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الشيخ عبدالله عبدالتواب المدني رحمه الله
حياته وأعماله

الشيخ راشد حسن المباركفوري(نيو دلهي)

قد تلقينا نبأ وفاة الداعية الكبير والعالم الجليل الشيخ عبدالله بن عبدالتواب المدني الجندا نغري -رحمه الله رحمة واسعة و أمطر عليه شآبيب الرضوان وسحائب الرحمات- بعين دامعة وقلوب مفعمة بالرضا بقدرالله سبحانه وتعالى، وذلك فى ٢٢/ديسمبر ٢٠١٥م = ١٠/ربيع الأول ١٤٣٧هـ، فإنا لله وإنا إليه راجعون.

لقد كان الشيخ عبدالله المدني الجندا نغري من كبار علماء الهند ونيبال، وأحد الدعاة المعروفين فى شبه القارة الهندية، ولا شك أن هذه مصيبة كبرى و خسارة فادحة بما أصيبت بها أمتنا الإسلامية السلفية، والفقيد-رحمه الله- بذل جهدا كبيرا و أفنى فترة طويلة فى الدعوة والإرشاد والإفادة والتدريس والصحافة والتأليف، إلى جانب دوره الهام فى إنشاء مدرسة كبيرة للبنات، و المشاركة فى الحفلات والمؤتمرات والندوات في أنحاء العالم بأسره، فها أنا أتشرف بذكر نبذة عن حياة الفقيد رحمه الله تعالى و أعماله:

ولد الشيخ الفقيد سنة ١٩٥٥م =٧٥-١٣٧٤هـ، فى مدينة جندا نغر بمديرية كفل وستو نيبال، حيث انضمت حدود الهند ونيبال، وهذه المدينة معروفة بتواجد العلماء الكبار المشاهير فى العلم والفضل، منهم الشيخ عبدالرؤوف الرحماني الجندا نغري مؤسس جامعة سراج العلوم السلفية جندا نغر نيبال، وهى من كبرى المدارس فى نيبال على الإطلاق، وعضو رابطة العالم الإسلامي بمكة المكرمة -شرفها الله، سابقا رحمه الله واسعة، وكذلك الشيخ شميم أحمد الندوي-حفظه الله- الأمين العام للجامعة المذكورة حاليا وعضو رابطة العالم الإسلامي بمكة المكرمة.

ولد الفقيد في أسرة كريمة. كان والده الحاج عبدالتواب يعدّ من صالحي القرية وأتقيائها، مضيافا محببًا، وكان يحترم الكبار والصغار، ويشتغل بالتجارة، وكذلك جد الفقيد الشيخ ميان زكريا -رحمه الله- كان عابدا زاهدا ورعا تقيا، قائما بالليل وصائما بالنهار، ودرّس فى جامعة سراج العلوم السلفية بجندا نغر الكتب الابتدائية، وكثيرا ما سمعت شيخنا صلاح الدين مقبول أحمد و شيخنا عبدالمعيد المدنى -حفظهما الله - يذكران عن زهده وورعه وتقواه و استغنائه عن الدنيا وزخارفها وملذاتها، حتى وصف الشيخ عبدالمعيد المدني أسرة الفقيد- رحمه الله- "بالأسرة الممتازة" فى محيطه، وهذه الأسرة كانت من سكان قرية "بيت نار" من أعمال سدهارت نغر، ثم انتقل جد الفقيد ميان محمد زكريا - رحمهم الله - إلى مدينة "جندا نغر". لحرب وقعت بين مسلمي هذه القرية وهنادكها، ووقع والد ميان زكريا "عيدو ميان" ضحية هذه الحرب الدامية.

دراسته: قرأ الفقيد الكتب الابتدائية على والده وجده، ثم التحق بسلك الطلب بكبرى الجامعات السلفية: الجامعة السلفية بنارس، الهند، و حصل على شهادة العالمية بدرجات ممتازة سنة١٩٧٦ هـ، كما حصل على شهادة "المولوي" من اللجنة التعليمية التابعة لحكومة أترابراديش سنة ١٩٧٢م، وشهادة "أديب ماهر" من جامعة أردو على كره سنة ١٩٧٤م، و بعد ذلك التحق بجامعة ندوة العلماء لكناؤ في مرحلة التخصص في الأدب العربي، وأكمل سنته الأولى حتى قبل في الجامعة الإسلامية المدينة المنورة - كرمها الله - للدراسات العليا، و التحق بكلية الشريعة بالجامعة، وتخرج فيها بعد الدراسة لأربع سنوات سنة ١٩٨١م.

شيوخه :١- الشيخ عبدالمعيد البنارسي. ٢- الشيخ عبدالوحيد الرحماني. ٣- الشيخ إدريس آزاد الرحماني. ٤- الشيخ شمس الحق السلفي. ٥- الشيخ الدكتور مقتدى حسن الأزهري. ٦- الشيخ رئيس أحمد الندوي. ٧- الشيخ عزير أحمد الندوي. ٨-الشيخ أبو الحسن الندوي. ٩- الدكتور سعيد الرحمن الأعظمي. ١٠- الشيخ السيد رابع الحسني.

وهناك عدد من الأساتذة الذين تتلمذ عليهم خلال دراسته فى كلية الشريعة بالجامعة الإسلامية بالمدينة الطيبة، وكذلك ذكر لى بأنه استفاد كثيرا من كل من الإمام الألبانى والإمام ابن باز والإمام العثيمين -رحمهم الله جميعا- وحضر دروسهم وتكرّع من حياض علومهم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مرّات أثناء دراسته في الجامعة الإسلامية بالمدينة الطيبة- شرفها الله تعالى -، وهولاء أحب الشخصيات لديه في العلم والزهد والتقى والاستغناء عن الدنيا وزخارفها وملذاتها.

في معترك الحياة : بعد التخرج في الجامعة الإسلامية بالمدينة الطيبة عاد الفقيد -رحمه اللّه - إلى وطنه ومسقط رأسه للقيام بالدعوة إلى اللّه سبحانه و تعالى؛ فاشتغل بالتدريس والإفادة في البداية بمختلف المدارس فى نيبال؛ ثم بعد هذه التجربة فى ميدان التدريس والدعوة لمس ألح حاجة وأشدّها إلى تثقيف المرأة المسلمة فى نيبال بلاد جبال، لعدم تواجد أيّ مركز يذكر لتربية البنات و تعليمهنّ على مستوى نيبال، فعقد العزم على إنشاء مركز تعليمي تحقيقا لهذه الأمنية المباركة والهدف السامي؛ فوفقه اللّه تعالى لتأسيس مركز عملاق باسم "مركز التوحيد"، وأنشأ تحت إشرف هذا المركز مدرسة كبيرة أسماها "مدرسة خديجة الكبرى للبنات" جندا نغر نيبال سنة ١٩٨٩م=١٤٠٩هـ، متفائلا تسميتها باسم أول زوجة لنبينا ﷺ، وهذه أول مدرسة للبنات في نيبال.

والمدرسة تؤدي دورها الملموس في تثقيف البنات المسلمة وتهذيبهن وتربيتهن على أحسن مايُرجى ويُرام، وتخدم الدعوة والإرشاد وتسعى دائما فى إبادة الشركيات والمنكرات والقضاء على الأفكار النزائغة الباطلة، وتحاول نشر علوم الكتاب والسنة فى هذه البلاد. هذا المركز "مركز التوحيد" علم شامخ للدعوة الإسلامية في نيبال بل مايجاورهُ من البلدان. يحلولنا إلقاء نظرة خاطفة على بعض جهود الفقيد رحمه اللّه خلال هذا المركز:

١ ـ إقامة مدرسة باسم مدرسة خديجة الكبرى للبنات.

٢ ـ إصدار مجلة "نور توحيد"، كان الفقيد رئيس تحرير هذه المجلة العلمية المعروفة، ولا يزال يكتب "الافتتاحية" للمجلة حتى وافقه المنية، وهذه المدة تستغرق ثمانية و عشرين عاما، وكانت الافتتاحية تتسم بالإيجاز والرصانة والأصالة فى الأسلوب، وأسلوبه فى التحرير كان نموذجا عاليا رفيعا في الأدب الأردي.

لو جمعت هذه "الافتتاحيات" فى مجلدات مستقلة لأصبحت خير مرجع يثرى المكتبات الإسلامية الأدبية، و ذلك إحياء لذكراه وتقديرًا لجهوده الخالده.

٣ ـ صيد لية توحيد لعلاج البنات المرضى.

٤ ـ قاعة كبيرة في سوق كرشنا نغر باسم قاعة المجتمع المسلم، لعقد الحفلات والندوات والمؤتمرات.

هذا، وقد عقد المركز عددا من الندوات والدورات والمؤتمرات، و فيما يلي بيان بعضها:

١ ـ عقد الدورة التدريبية للعلوم الشرعية.

٢ ـ عقد الدورة التدريبية لتطوير اللغة العربية و آدابها.

٣ ـ عقد مسابقة القرآن والحديث. (على مستوى النيبال)

٤ ـ عقد مسابقة تحفيظ القرآن وتفسيره، و عقدت هذه المسابقة في كاتمندو عاصمة نيبال، وتم عقد مجلسه الختامي لتوزيع الجوائز و تسليم الشهادات في قصر رئيس الوزراء النيبالي.

٥ ـ عقد مؤتمر عن الإرهاب في نيبال.

٦ ـ عقد ندوة عن مكافحة المخدرات.

٧ ـ عقد مؤتمر "إصلاح المجتمع" (مرّتين بهذا الموضوع).

٨ ـ عقد مؤتمر "الصحافة".

٩ ـ عقد جلسة تكريم العلماء الكبار بإعطائهم الوسامات التقديرية، لقد منح المركز ثلاثة من العلماء الكبار هذه الوسامة اعترافًا بجهودهم و تقديرا لأعمالهم في ميدان العلم والمعرفة، و أسماء هولاء المشايخ كالتالي:

١ ـ الشيخ عبدالرؤف الرحماني رحمه الله سنة ١٩٩٨م.

٢ ـ الشيخ عبدالسلام الرحماني رحمه الله سنة ٢٠٠٣م.

٣ ـ الشيخ صلاح الدين مقبول أحمد المدني حفظه اللّه سنة ٢٠١٣م.

ويجدر بالذكر بأن هذه الحفلات والمؤتمرات والندوات عقدت في مكان بعيد " نيبال"، و مع ذلك شارك فيها عدد كبير من العلماء والباحثين والكتاب من داخل الهند ونيبال وخارجهما.

أسفاره: كان الفقيد رحمه اللّه كثير الأسفار إلى البلاد الإسلامية للمشاركة في الندوات والمؤتمرات ممثلا لنيبال، والدول التى زارها لتقديم البحوث أو لإلقاء الكلمات، أسماؤها كالتالي:

١ ـ باكستان، ٢ ـ الهند، ٣ ـ بنغلة ديش، ٤ ـ سرى لانكا، ٥ ـ إندونيشيا، ٦ ـ مالديف، ٧ ـ الإمارات العربية المتحدة، ٨ ـ دولة قطر، ٩ ـ دولة الكويت، ١٠ ـ دولة بحرين.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وكذلك ألقى الفقيد رحمه الله كثيرا من الخطب والكلمات في قنوات عديدة في مختلف البلاد الإسلامية مثلا:

١ ـ قناة شارجه، ٢ ـ قناة اے، بي، سى، نيبال، ٣ ـ قناة ايم، بي، سي (قناة عربية).

٢ ـ قناة پيس للدكتور ذاكر نائك الهندي.

وقد واظب الشيخ الفقيد على المشاركة في الخطب والمذاكرة العلمية في قناة پيس فى الفترة الأخيرة، وعرف في القارة الهندية بخطبه المتزنة المتسمة بالعلم والمعرفة، وروعة الأسلوب وجمال الأداء، إننا رأيناه في هذه القنوات كرّات و مرّات و لمسنا إحرازه القبول بين العامة والخاصة.

المناصب التى تولاها: هناك مناصب عديدة تولاها الفقيد رحمه اللّه فمنها:

١ ـ رئيس مركز التوحيد، نيبال.

٢ ـ نائب رئيس هيئة المسلم الوطني بكاتماندو، نيبال.

٣ ـ الأمين العام لمدرسة خديجة الكبرى، كرشنا نغر، نيبال.

٤ ـ رئيس تحرير مجلة "نور توحيد" نيبال.

● لقد عرفت الراحل الكريم الشيخ عبداللّه المدني رحمه اللّه عن كثب منذ أن كنت صغيرا، سمعت كلماته الرنّانة فى الحفلات ولا أزال أشعر بأصدائها، ومدى تأثيرها في قلوب الناس، و استقطابها لخواطرهم لقوة بيانها و بلاغة أسلوبها، كما نالت بحوثه الفكرية ومقالاته العلمية الملامسة بعمق القضايا المطروحة القبول الأوفر. وكذلك تحلّيه بالآداب الفاضلة والخصال الحميدة، مما أكسبت له التوادد والمحبة كثيرا؛ فكان الناس يضعونه موضع احترام و توقير، وقد تشرف هذا العاجز بالصحبة المباركة واللقاء الماتع مع الفقيد، والاستفادة من عزيز علمه والاستمساك بمحاسن آدابه و كمالاته بين فينة و أخرى. وفى الفترة المؤخرة تيسر لى السفر معه من دلهي إلى كشمير للمشاركة فى مؤتمر عالمي، والوفد الذى سافر من دلهي كان مكونا من كل من فضيلة الدكتور الشيخ وصى الله محمد عباس المدرس في الحرم المكى والبروفيسور في جامعة أم القرى بمكة المكرمة، والشيخ عبدالوهاب الخلجي الأمين العالم لجمعية أهل الحديث بالهند سابقا، والشيخ عبدالله المدني الجندا نغري رحمه اللّه، والشيخ عبدالمعيد المدني والشيخ صلاح الدين مقبول أحمد المدني الرئيس العام لجمعية أهل الحديث الهند، والشيخ أشفاق أحمد السلفي (دربنجه)، وكاتب هذه السطور.

وكانت الفرصة مواتية للاقتطاف من أزهار علوم هولاء المشايخ الكبار المعروفين في العلم والفضل عربًا و عجمًا، شرقًا و غربًا، فاستفدت منهم، ولا حظت خلال هذه الرحلة العلمية المستغرقة لثلاثة أيام دماثة خُلُق الفقيد، و عمق علمه وواسع اطلاعه وثقوب ذهنه و توقد بصيرته في الأمور ويقظه ضميره و شعوره؛ و تعبيره الصادق للواقعات والرجال، و أكثر من ذلك كله محبته للصغير وتوقيره للكبير، وإن شئت فقل إنه يصنع الخير دائماً كلما وجد إلى ذلك سبيلاً.

اجتمعت أنا معه كثيرا والشيخ عبدالمعيد المدني للحب البالغ بين هذين الشيخين الحليلين في الفندق الذي أقمنا فيه، ونتجاذب أطراف الأحاديث، ونتذوق بذوقه الأدبي والشعري الرفيع، وكان هو منى بمنزلة الوالد، لذا كان هذا لحب المتبادل قائما حتى وافاه الأجل المحتوم. عندما يقع بصره على بحوثي ومقالاتي لم يدّخر وسعا في التشجيع والثناء، حتى قال ذات مرة كنت جالسا معه في مكتب جمعية أهل الحديث، دلهي:

يا راشد! يغمرنى الفرح والسرور عندما أرى هذه اللحية السوداء (مشيرا إلي) وراء هذه اللحية البيضاء (مشيرا إلى نفسه)، وليس هذا إلا لأتسابق في مضمار الكتابة والتحرير رحمه الله رحمة واسعة وأسكنه فسيح جناته.

● لقد كتب الراحل الكريم كثيرا من المقالات والبحوث في المجلات الهندية، لكن "الافتتاحيات" التى سطّرها يراعه السيّال في مجلته الغراء "نور توحيد" الشهرية العلمية الأدبية من أفضل أعماله في مضمار الكتابة والتحرير، يكتب في صفحة أو صفحتين عن القضايا والمشاكل والتحديات ويتعرض بالمسائل الأخرى بغاية من الإيجاز والروعة، واستمر في ذلك ٢٨/عاما، لم يتخلل فى هذه الفترة الطويلة ملل ولا كلل، وألف كتابا أسماه "سوئے حرم" أي نحو الحرم بعد العودة من السفر إلى بلاد الحرمين، ساق فيه ذكرياته عن هذا السفر المبارك.

وكذلك جهوده الدعوية خلال الخطب والمحاضرات ليست قليلة، كان يواظب على خطب الجمعة إلى آخر أيام من حياته، ويشارك في الحفلات الدينية والمؤتمرات والندوات العالمية، كما كان يعقد الحفلات -كما سبق ذكره- تحت إشراف مركزه "مركز التوحيد" حينا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لآخر، و خطبه التى كانت تنشر بالبث المباشر عبر قناة پيس قد أحرزت القبول الواسع بين شعب شبه القارة الهندية، وهذه القناة كانت تعقد المذاكرة العلمية في كل أسبوع، والفقيد كان يشارك فى هذا الحوار المثمر اليانع.

ومن أكبر مآثره الدعوية إنشاء "مركز التوحيد" و "مدرسة خديجة الكبرى للبنات" التابعة للمركز، في تلك البلاد التى عمت فيها البدع والمنكرات والبعد عن تعاليم الإسلام السمحة ؛ فإنه فى الحقيقة قام بتربية وإعداد النشء الحديث عبر هذا المركز العملاق، و سيستمر المركز فى خدمته المباركة وعطائه الفياض -بإذن الله تعالى و محض توفيقه- إلى قيام الساعة، ويعود الأجر -إن شاء الله تعالى- إلى مؤسسه -رحمه الله-، اللهم تقبله واجعله في ميزان حسناته.

● إننى لمست أنا شخصيا بأن المرحوم كان كريم السجايا، أريحى الخصال، متواضعًا جما و محببا لدى الناس جمعيًا، لا يلقاه أحد إلا أحبه، مارأيت أحدا يبغضه إلا من فطر على الزيغ، وأسرته و أهل بيته يؤقرونهٗ و يجلونه غايتهما كمرب جليل وأب شفيق، وكذلك أهالي منطقته يقابلونه بكل احترام، كان بالغ الاهتمام بالصلوات الخمس فى الحل والترحال، يصلى فى مسجده الذى بناه مايلى المدرسة، شديد التمسك بشعائر الإسلام أينما كان، ويشدد النكير على كل من يتغافل عنها أو يهمل، و يقرب الشباب الواعد المولع بالجهد والمثابرة في مجال الدعوة.

كان قليل الكلام، حلو المعاني، لايرسل الكلام على عواهنه، ولا يبوح بكل ماانطوى عليه صدره، من حضر مجلسه يتراء ى له ما تنثر مباسمُه من أزهار التوادد والوئام و نواوير البسمات الجميلة، يتقن لبس الثياب و يتفنن في اختيارها من أزهى الألوان و أغلاها حسب المواسم، تمتاز بنفاسة لحمها و سعة أكمامها، قل في أصح التعبير و ألخصه: مظهر الشيخ الفقيد كان يدعوا إلى المهابة والإكرام. وكان مضيافا، سهل الفناء وطلق اليدين، ويؤقر كل من حل ببابه، يصدق عليه قول الشاعر العربي:

سهل الفناء إذا حللتَ ببابه ... طلق اليدين مؤدَّب الخدّام

وإذا رأيتَ صديقَه وشقيقَه ... لم تَدرِ أيها أخو الأرحام

لقد مضى آنفاً بأن الراحل الكريم كان كثير الأسفار والظعن إلى بلاد مختلفة، مما تسبب لتوطد علاقاته مع زعماء البلاد و كبارها، ورئيس الوزراء النيبالي كان من محبيه لمحاولاته الحثيثة في إيجاد روح التعاون والتعايش السلمي بين المواطنين، حتى عقدت إحدى جلسات توزيع الشهادات في قصر رئيس الوزراء النيبالي في حضوره، و ذلك حبا للفقيد و تقديرا لجهوده. ومن نعم الله سبحانه و تعالى عليه بأن أكرم ببطانة خيرة من العلماء الكبار في الهند ونيبال.

أمثال فضيلة الشيخ الدكتور وصى الله محمد عباس، و فضيلة الشيخ صلاح الدين مقبول أحمد المدني، و فضيلة الشيخ عبدالمعيد المدني، و فضيلة الشيخ عبدالوهاب الخلجي، و فضيلة الشيخ عبدالمتين المدني رحمه الله وغيرهم الكثير الكثير.

كانت للشيخ رحمه الله مشاريع و مخططات للعمل الدعوي وتطويره في نيبال، لكن المنية حالت دون تحقيقها، نسأل الله سبحانه وتعالى أن يوفق إخوانه و أبناء ه إنجاز جميع الأعمال وإكمالها على أحسن مايرام، و حفظ ماخلّف وراء ه من جهود مآثر.

والجميع يتجرع كأس الفراق في هذه الحياة الدنيا، وتجرعنا نحن أيضا بموت هذا الرجل العظيم، ولا نجد كلمة نعبر بها عن أحزاننا وأشجاننا، فبفقده لم نفقد رجلاً فحسب، بل فقدنا العلم والمحبة والجود والكرم وصفاء القريحة ودماثة الخلق.

أذكر الآن قصيدة للحصري القيرواني رثا فيها أباه و قد ودّع قبره، وقت جوازه إلى الأندلس منها:

أبي نيِّر الأيام بعدك أظلما ... وبنيان مجدي يوم مِتّ تَهَدّما

وجسمي الذى أبلاه فقدُك إن أكن ... رحلتُ به فالقلب عندك خيّما

وهناك الشاعر سعيد بن جودي رثا الغالب بن حسن بأبيات أجاد فيها في المعنى الذي ذكرته:

فيا عجبا لقبر كيف يضمُّه ... وقد كان سهل الأرض يحشاه والوَعر

وما مات ذاك الماجدُ القَرمُ وحدَه ... بل الجود والإقدام والبأس والصبرُ

توفى رحمه الله وحضر فى جنازته جمع حاشد من عامة الناس وخاصتهم، و شوهد هذا العدد الهائل بعد ردح من الزمن في أى جنازة، وصلى عليه العالم المعمر جدنا المؤقر الشيخ عبدالرحمن بن عبيدالله الرحماني المباركفوري، ومالنا إلا أن نسأل الله سبحانه و تعالىٰ أن يغفر له ويتقبل من حسناته ويسكنه فسيح جناته، إنه سميع مجيب.

☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جماعتی خبریں

صوبائی جمعیت اہل حدیث جھارکھنڈ کی دوسری نشست

بتاریخ ۲۳ر اکتوبر ۲۰۱۶ر بروز اتوار بمقام مدھوپور ضلع بوگھر زیر صدارت حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب مدنی حفظہ اللہ صدر جمعیت صوبہ جھارکھنڈ کی نشست منعقد ہوئی۔ اور مندرجہ ذیل ایجنڈوں پر گفت وشنید ہوئی:

۱۔ گزشتہ نشست کی خواندگی اور اس کی توثیق۔

۲۔ صوبائی جمعیت کی ذیلی تنظیم ضلعی ومقامی تنظیم کے تشکیل پر غور وخوض۔

۳۔ صوبائی جمعیت کی طاقت پر گفت وشنید۔

۴۔ دیگر امور باجازت صدر۔

کاروائی:

ایجنڈا نمبر ۱ کی خواندگی ہوئی اور بالاتفاق لوگوں نے توثیق کی۔

ایجنڈا نمبر ۲ پر حاضرین نے متفقہ طور پر ۳۱ر مارچ ۲۰۱۷ء تک جہاں جہاں تشکیل باقی ہے ہر حال میں مکمل کر لینے کا عہد کیا اور خاص طور سے مولانا عبدالحمید سلفی ممبر نگراں بورڈ جمعیت اہل حدیث ہند نے ذمہ داران ضلعی جمعیت سے گزارش کی کہ زیادہ سے زیادہ عوام الناس سے رابطہ کیا جائے۔ اس بیچ جہاں جس ذمہ دار کی ضرورت ہو اسے وہاں جانا ضروری ہوگا تب ہی ہم مکمل کامیابی حاصل کر سکیں گے۔ ارکان نے اپنے اولوالعزمی کو دھراتے ہوئے حتی الوسع فروغ دینے کا عہد کیا۔

ایجنڈا نمبر ۳ پر بحث کرتے ہوئے شرکاء مجلس نے بالاتفاق فیصلہ صادر فرمایا کہ ہم جمعیت کے دست وبازو ہیں اس لیے تحریک کو اپنے جیب خاص سے تعاون دینے کی ضرورت ہوگی تو دے کر مضبوط تر کریں گے۔ ہماری جماعت جمعیت کے مشن ''آؤ مکمل دین سیکھیں، آؤ دین پر عمل کریں، آؤ دین کو پھیلائیں'' پر عمل کرے گی ان شاء اللہ۔

اور یہ افواہ کہ شیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی حفظہ اللہ پرانی جماعت سے مل گئے ہیں کی تردید کرتے ہوئے خارج کر دیا۔

دیگر امور باجازت صدر میں ناظم عمومی صوبہ جھاکھنڈ مولانا عین الحق صاحب فیضی کو شرکاء مجلس نے رسیدیں اور لیٹر پیڈ ومہر وغیرہ بنوانے کا مشورہ دیا اور جلد از جلد دفتری نظام کو درست کرنے کی صلاح دی۔ نیز آئندہ نشست ڈمکا شہر میں رکھنے کا مشورہ دیا۔

الحمدللہ صدر مجلس کی اجازت سے بحسن وخوبی یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

عبدالحمید سلفی

(رکن نگراں بورڈ جمعیت اہل حدیث ہند، وصدر ضلعی جمعیت اہل حدیث گریڈیہ، جھارکھنڈ)

شیخ عبداللہ مدنی جھنڈانگری کاروان حیات کے درخشاں پہلو پر یک روزہ علمی سیمینار

علماء وصلحاء کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے: شیخ صلاح الدین مدنی

شیخ عبداللہ مدنی جھنڈانگری کے ہر کام میں اخلاص کی خوبی تھی: شیخ عبدالمعید مدنی

تعلیم کسی بھی قوم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، جس کے بغیر کسی قوم وملت یا جماعت کی ترقی ناممکن ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر افراد ملت، مدارس اسلامیہ کے قیام اور اس کے انتظام کا سلسلہ اسلامی تاریخ کے ہر دور میں جاری ہے، جس کی ایک کڑی شیخ عبداللہ مدنی رحمہ اللہ کا قائم کردہ ادارہ ''مرکز التوحید'' وپہلی اقامتی نسواں درسگاہ ''مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ'' ہے۔ شیخ عبداللہ مدنی کے انتقال کے بعد انہیں خراج تحسین پیش کرنے کے لئے اور ان کے درخشاں خدمات کو اجاگر کرنے کے لیے مرکز التوحید جھنڈانگر کی جانب سے ۹ر نومبر کو ایک روزہ علمی سیمینار بعنوان ''مولانا عبداللہ مدنی۔ کاروان حیات کے درخشاں پہلو'' نہایت تزک واحتشام کے ساتھ بمقام کمیونٹی ہال کرشنانگر منعقد ہوا، جس میں ہند ونیپال کے معروف اہل علم، ارباب قلم اور اہل مدارس نے شرکت فرمائی، جس کی دو نشستیں ہوئیں۔ پہلی نشست کی صدارت جماعت کی بزرگ شخصیت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری حفظہ اللہ اور دوسری کی شیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی حفظہ اللہ (صدر جمعیت اہل حدیث ہند ٹرسٹ) نے فرمائی۔

تلاوت کلام اللہ کے بعد ناظم مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ مولانا عبدالعظیم مدنی نے ایک وقیع علمی خطبۂ استقبالیہ پیش کیا، جس میں ملک وبیرون ملک سے آئے ہوئے تمام مہمانوں کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خیر مقدم کیا اور مولانا عبداللہ مدنی مرحوم کی ہمہ جہت وہمہ گیر خدمات پر روشنی ڈالی، وہیں ان کے کمالات اور ذاتی خوبیوں پر بھی خوبصورت انداز میں خراج تحسین پیش کیا۔

بعدہ جماعت کے مشہور ومعروف صاحب قلم مولانا عبدالمعید مدنی نے مولانا مدنی مرحوم کے ساتھ اپنی طویل رفاقت کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ: ان کے ہر کام میں اخلاص کی خو بو تھی، ہمارے دوست صاحب کردار شخصیت کے مالک تھے، اس لیے ہر جگہ ان کی شخصیت کی عظمت طے ہو جاتی تھی، ان کے بہت سے کاموں کو پورے ملک نیپال میں اولیت حاصل ہے، ان کے وہاں ہر طرح کا سلیقہ تھا، سلیقۂ حیات، سلیقۂ تکلم، سلیقۂ علم وہنر، سلیقۂ رفاقت، وہ شان بے نیازی رکھتے تھے، مفادات کی دنیا سے بہت دور تھے، صحیح بات یہ ہے، کہ ان کے ہر کام میں اخلاص اور سچائی کی درخشانی تھی۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق ناظم اعلی اور مولانا مدنی کے رفیق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خاص شیخ عبدالوہاب حلجی حفظہ اللہ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: کہ میری طبیعت سفر کے لائق نہیں تھی، مگر زندگی بھر کی رفاقت تھی جو مجھے یہاں کھینچ لائی، توحید ان کے کاموں کا محور تھی، نمازوں کے سخت پابند تھے، صبح وشام کے اذکار کا خصوصی اہتمام فرماتے، مرکزی جمعیت اہل حدیث نیپال کے مؤسسین اول میں سے تھے، ملک وملت کا بے انتہا درد رکھتے تھے، یہ وہ باتیں ہیں جن کا میں ذاتی طور سے شاہد ہوں۔

جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر کے ناظم اعلیٰ مولانا شمیم احمد ندوی نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا: مولانا سے میری رفاقت پچاس سالوں پر محیط ہے، اس لئے سمجھ میں نہیں آتا کہ بات کہاں سے شروع کروں اور کہاں پر ختم کروں، ان میں خوبیاں بے حد وحساب تھیں، مدینہ سے واپسی کے بعد دعوت وتعلیم کے میدان میں جس انداز سے کام کرنا شروع کیا وہ قابل رشک تھا، نہایت ذہین وفطین تھے، ''شعور وآگہی'' کے نام سے ''نور توحید'' میں جو اداریہ تحریر فرماتے اس سے دریا کو کوزے میں بند کرنے کی مثال صادق آتی تھی اور اس کا ادبی معیار بہت ہی بلند ہوتا، وفات کے بعد میں کہا کرتا تھا: اور چیزوں کی تلافی تو ممکن ہے، مگر اب ''شعور وآگہی'' کون لکھے گا، ہم دونوں نے ایک ہفتے کا ملک گیر دورہ کیا، جس سے اندازہ ہوا کہ وہ کس قدر خلیق تھے، اتباع سنت کا جذبہ غیر معمولی تھا، ایسا لگتا ہے کہ ان کی تخلیق توحید کی سربلندی کے لئے ہوئی تھی۔

مولانا اسعد اعظمی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے مولانا مرحوم کے اداریوں پر گفتگو کی اور بتایا: یہ وہی شخصیت ہے کہ پہلی مرتبہ ملک نیپال میں جن کے دم سے مملکت کے ایوانوں میں قرآن کریم کی تلاوت گونجی، سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ ان کے بعد ان کی زندگی سے ہم کو کیا سبق ملتا ہے، کیا اسی تندہی اور جفاکشی کے ساتھ ہم اس قافلۂ توحید کو آگے بڑھانے کے لئے اپنے آپ کو تیار پاتے ہیں، ان کے عالمی موضوعات پر لکھے گئے بعض اہم اداریوں کا تذکرہ کیا، پھر اس کے بعد مولانا ابو القاسم مدنی نے مولانا کے عالم اسلام پر لکھے گئے اداریوں کو غیر معمولی اور زبان وادب کا اعلیٰ نمونہ قرار دیا۔

نیپال جمعیت اہل حدیث کے امیر ومرکز امام احمد بن حنبل کے صدر مولانا محمد ہارون سلفی نے امیر کارواں کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا: کہ مولانا بہت ہی بااثر اور خوش اخلاق تھے، اس لئے بڑی سے بڑی شخصیتیں آپ سے ملنے آیا کرتیں اور بہت جلد مرعوب ہوکر واپس لوٹتیں، شیخ عبداللہ مدنی زندگی کے آخری لمحے تک جمعیت اہل حدیث نیپال کے سرپرست اعلیٰ رہے۔

شری اکھیشیک شاہ ایم، پی (نیپال) نے مولانا مرحوم کے ساتھ اپنے والد کے دیرینہ اور مخلصانہ تعلقات کا ذکر کیا، کہا وہ ہمیشہ گنگا جمنی تہذیب کو آگے بڑھانے کی فکر میں رہتے تھے، میں ذاتی طور سے ان سے حد درجہ متاثر تھا، حکومت نیپال سے میں گذارش کروں گا کہ وہ ایک ''حکومتی تمغہ'' مولانا کے نام سے جاری کرے، جلد ہی آپ کے نام سے ایک سڑک معنون کیا جائے گا۔

اخیر میں صدر مجلس مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے اپنی گفتگو میں فرمایا: اس خطے میں مولانا مرحوم نے علم وفن کا جو چراغ روشن کیا ہے اور جو بے پناہ خدمات انجام دی ہیں۔ اللہ اسے قبول فرمائے۔

شیخ صلاح الدین مدنی نے دوسری نشست کے اپنے صدارتی کلمات میں فرمایا: مولانا کے ساتھ ایک طویل رفاقت رہی ہے، بہت ہی مرنجامرنج شخصیت کے مالک تھے، علماء وصلحاء کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے، وہ محرر، سخن ور، ادیب اور نقاد تھے اور ایک خوش لباس وخوش کلام، ملنسار انسان تھے، ان کی وفات پر کہی ہوئی اپنی طویل نظم سنائی اور کہا کہ ہمارا پورا دفتر دہلی اس سیمینار میں حاضر ہے۔

راقم الحروف زاہد آزاد جھنڈانگری نے کلمہ تشکر پیش کرتے ہوئے کہا: اس باوقار مجلس میں آپ حضرات نے شرکت فرمائی ایک عظیم شخصیت کو خراج تحسین پیش کیا، ہم آپ سب کے بے حد شکر گزار ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اس وقت ہم لوگ اپنے عظیم سرپرست کے اٹھ جانے کے بعد نئے تجربات سے گذر رہے ہیں، اس محفل میں آپ حضرات کی موجودگی ہمارے لئے ایک بہت بڑی توانائی، ہمت وحوصلہ افزائی ہے۔ یہ اللہ کا بنایا ہوا نظام ہے جو یہاں آتا ہے، ایک دن چلا جاتا ہے، اس میں کسی کی مداخلت کا ذرہ بھر امکان نہیں رہتا ہے اور کارحیات بند بھی نہیں ہوتا ہے۔

انسانوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ایسے موقع پر معاونت وسہارا بار حیات اٹھانے میں بڑا معاون ہوتا ہے، اس باوقار محفل میں آپ حضرات کی موجودگی ہمارے لئے بہت بڑی دلبستگی کا سامان ہے، ہم آپ حضرات کا مکرر شکریہ ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو اور ہمیں اپنے مقاصد میں کامیابی عطا کرے اور ہمارے اعمال کو قبول فرمائے۔

ڈاکٹر بدرالزماں نیپالی مدنی نے بتایا کہ: اس طرح کہ مجلسوں کا شرعی ثبوت ملتا ہے، مولانا مرحوم نیک اور شریف النفس انسان تھے، اس کے بعد شیخ عبدالمنان سلفی نے کہا: مجھے ان کی رفاقت میں ایک طویل عرصہ تک رہنے کی سعادت حاصل ہوئی، میں نے ان کو بہت قریب سے دیکھا ہے، ان سے بہت کچھ سیکھا بھی ہے اور شرافت طبعی کا مشاہدہ بھی کیا ہے، اس کے بعد نثار احمد نیتا نے مولانا کی خدمات نسواں کو خراج تحسین پیش کیا۔

مولانا مظہر اعظمی نے اپنے مقالہ میں کہا: کہ مولانا معاشرتی خرابیوں پر اپنے مخصوص انداز میں گرفت فرماتے تھے، اس کے بعد دکتور عبدالغنی قوتی نے مولانا کے ساتھ اپنے دعوتی اسفار اور اس میں مولانا کی نیک نفسی وطبعی شرافت کے متعلق کچھ اہم واقعات کا اپنے مقالہ میں ذکر کیا اور ان کی شاعری کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ: انہوں نے اپنی زندگی کا نچوڑ دعوتی پیرائے میں پیش کیا ہے۔

شیخ ابوالعاص وحیدی نے مولانا کے شعر وسخن پر قیمتی مقالہ پیش کیا اور بتایا کہ دیگر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خوبیوں کے ساتھ ساتھ مولانا مہمانوں کے اداشناس بھی تھے، دوران سیمنیار شیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی کے بدست مولانا عبدالوہاب حجازی کو ''مولانا عبداللہ مدنی ایوارڈ'' پیش کیا گیا۔

مولانا عبدالمبین ندوی نے مولانا کے ساتھ اپنے روابط کا ذکر کیااور بتایا کہ وہ ایک روشن دماغ اور قدیم وجدید کا حسین امتزاج رکھنے والے اور زمانۂ درس سے ہمیشہ منہج سلف کی اشاعت میں سرگرداں رہنے والے تھے۔ مولانا کے پردادا عیدو میاں بیت نار کے بلوہ میں شہادت اور بیت نار سے مہاجرت کا واقعہ ذکر کیا۔

مولانا نعیم اختر عالی نے اپنے مقالے میں بتایا کہ مولانا ایک نیک سیرت انسان تھے۔

مولانا عتیق اثر ندوی نے تنگئ وقت کے باعث مولانا پر اپنی کہی ہوئی نظم پیش کرنے پر اکتفا کیا۔

مولانا عبدالحی مدنی نے بتایا کہ: مولانا مہمان نوازی، نفاست پسندی اور جرأت ایمانی میں اپنی مثال آپ تھے اور مدرسہ تولہوا کے ایام کا ذکر کیا۔

معروف صحافی چیف ایڈیٹر ''عوامی سالار'' لکھنؤ قطب اللہ ندوی نے اپنی گفتگو میں فرمایا: مولانا نہایت جچے تلے الفاظ میں اداریے لکھتے تھے، میڈیائی طاقت پر یقین رکھتے تھے، زلزلۂ نیپال پر ان کی نظم انسانیت کا اعلیٰ ادب ہے، مولانا نے نیپال میں بڑے بڑے کام کئے ہیں، اللہ قبول فرمائے۔

نوجوانوں کے یوا نیتا نثار باغی نے شیخ عبداللہ مدنی ؒ کے کئی ایک محاسن گنائے اوران سے اپنے تعلقات سے متعلق اپنے احساسات وخیالات کا اظہار کیا۔

اشفاق احمد سنابلی کی تلاوت کلام پاک سے سیمینار کا آغاز ہوا، پہلی نشست کی نظامت کا فریضہ مولانا مطیع اللہ مدنی نے اور صدارت کا فریضہ شیخ عبدالرحمٰن عبیداللہ رحمانی نے بحسن وخوبی انجام دی۔

دوسری نشست کی نظامت مولانا عبدالصبور ندوی نے کی، اخیر میں مرکز کے مہتمم محترم ڈاکٹر سعید اثری کے کلمات تشکر کے ساتھ یہ عظیم علمی سیمینار کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

پروگرام کو کامیاب بنانے میں شیخ عبدالقیوم مدنی، عبدالعزیز شاہد نیتا، مولانا محمد اکرم عالیاوی، مولانا عبدالرقیب عالیاوی، منظور احمد عالیاوی، مولانا عبدالنور سراجی، مولانا عرفان احمد نعمانی، عاصم عبدالعظیم، زاہد عیسیٰ سلفی، عبدالآخر، حافظ عتیق الرحمٰن فرقانی، عطاء اللہ عبیداللہ، جنید فیصل، حماد شاہد، انجینئر حارث زاہدی، عبدالسلام بن عبداللہ مدنی، عبدالعلیم، جواد، ساحل عبدالقیوم مدنی، اسحاق احمد صفوی اور محمد ابراہیم شاکر وغیرہم کا اہم کردار رہا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العالمین سبھی کو جزائے خیر سے نوازے اور مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

زاہد آزاد جھنڈانگری: صدر نیپال اردو نیوز

''بچوں کی اسلامی تربیت'' کے موضوع پر دعوتی وتربیتی اجتماع

بچے اللہ کی امانت، قوم کا عظیم ترین سرمایہ اور ملت کا مستقبل ہیں، بچوں کی اسلامی نہج پر صحیح دینی تربیت والدین کا اہم ترین فریضہ ہے، اس سلسلے میں والدین کا کردار نہایت اہم ہے، تعلیم وتربیت کے متعلق قرآن وحدیث میں واضح احکامات و ہدایات موجود ہیں، فتنوں کے اس دور میں اگر ہم نے اپنے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت، ذہن سازی اور کردار سازی میں تساہلی اور غفلت برتی تو ہمارا مستقبل تباہ و برباد ہوجائے گا، والدین مدارس واسکول کے اساتذہ ومعلمات، دعاۃ اور مبلغین، سماج کے حساس اور باشعور افراد کا فرض ہے کہ وہ بچوں کی صحیح تربیت اور نئی نسل کی تعمیر میں اپنا مؤثر کردار ادا کریں، ان خیالات کا اظہار جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو کے استاذ مولانا ڈاکٹر عبدالمنان مدنی نے کیا، وہ جمعیت اہل حدیث مئو کے زیر اہتمام جامع مسجد اہل حدیث باغیچہ میں منعقد ''دعوتی وتربیتی اجتماع'' میں ''بچوں کی اسلامی تربیت'' کے عنوان پر مقرر خصوصی کی حیثیت سے خطاب کررہے تھے، انہوں نے کہا کہ عصر حاضر میں بچوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصی نظر رکھنے کی ضرورت ہے اگر ہم نے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر توجہ نہ دی اور اسکی اسلامی نہج پر تربیت سے غفلت اور پہلو تہی کی تو اس کے نہایت برے نتائج اور خطرناک اثرات سامنے آئیں گے، ڈاکٹر موصوف نے کہا کہ بچے کی تربیت کا آغاز اس کی ماں کے انتخاب سے ہوتا ہے، ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم پہلے نیک، صالح اور دیندار بیوی کا انتخاب کریں، بچے کا اسلامی نام رکھیں، اس کا عقیقہ کریں، اسے کلمہ توحید کی تعلیم دیں، اس کے دل میں اللہ رب العزت کی عظمت بٹھائیں اور راست بازی اور سچائی کی تلقین کریں، جھوٹ، کذب ودروغ گوئی سے ڈرائیں، دینی تعلیم فراہم کریں، ملٹی میڈیا موبائل سے دور رکھیں، اپنے گھروں کے ماحول کو اسلامی اور پاکیزہ بنائیں، گھر میں سنتوں اور نوافل کا اہتمام کریں، اسی طرح والدین کے درمیان لڑائی جھگڑے، اختلافات، طلاق، برے دوستوں کی صحبت اختیار کرنے، گانا سننے، فلم دیکھنے، تربیت میں سنگ دلی کے مظاہرے سے، انکی تنبیہ میں رف زبان استعمال کرنے سے بچے انحراف کا شکار ہوجاتے ہیں اور وہ بغاوت پر آمادہ ہوجاتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک والد اپنے بیٹے کو جو سب سے بڑی دولت دے سکتا ہے وہ ہے اچھے اخلاق وآداب ہیں، ڈاکٹر موصوف نے زور دے کر کہا کہ بچوں کیلئے دینی ماحول، پاکیزہ وصالح لیٹریچر اور مفید کتابوں کی فراہمی بھی ان کی تربیت کا حصہ ہے، اور فتنوں کے اس زمانے میں بچوں اور بچیوں کی حفاظت ہمارا اہم ترین مذہبی فریضہ ہے۔

پروگرام میں معلم ومربی مولانا محمد آصف عمری نے مدارس واسکول کے بچوں کو نماز ونماز جنازہ کی عملی تربیت وٹریننگ دی، اور کیمپ میں شریک تمام بچوں کو ماثورہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دعائیں اور انعامی مسابقہ میں شرکت کرنے والے تمام بچوں کو نقد انعامات سے نوازا گیا، مولانا محمد آصف عمری نے قرآن کریم اور حدیث نبوی کا درس دیا۔

اس دعوتی وتربیتی اجتماع عام کی صدارت جمعیت اہل حدیث مئو کے امیر مولانا سہیل احمد مدنی نے فرمائی، نائب امیر مولانا حافظ محمد اسلم ریاضی نے اجتماع کے اغراض ومقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور نظامت کے فرائض بھی انجام دیئے۔

اس باوقار دعوتی وتربیتی اجتماع عام میں جامعہ فیض عام کے استاذ مولانا عبدالغنی فیضی، جمعیت اہل حدیث مئو کے جنرل سکریٹری مولوی سرفراز احمد فیضی، معاون سکریٹری مولوی محمد فاروق اثری، ناظم مالیات الحاج امیر محمد طارق فیضی گرہست وغیرہ کے علاوہ بڑی تعداد میں عوام نے شرکت کی۔

محسن جماعت الحاج عبدالقیوم کوڈیا کا انتقال

محسن جماعت جناب الحاج عبدالقیوم کوڈیا (لکڑاوالا) کا ۵ر نومبر ۲۰۱۶ء بروز سنیچر تقریبا چھ بجے صبح ممبئی کے ایک ہاسپٹل میں بعمر ۷۶ر سال معمولی سی بیماری میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کی پیدائش ۱۶ر جولائی ۱۹۴۰ء میں گوگھاری محلہ پائیدھونی ممبئی میں ہوئی۔ موصوف بے شمار اوصاف حمیدہ کے حامل تھے۔ احادیث کی نشر واشاعت کے علاوہ آپ ایک سماجی خدمت گزار، قوم وملت نیز جامعہ وجماعت کے متعاون تھے۔ اہل حدیث علماء سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے، جب بھی دہلی آتے تو جمعیت کی آفس میں آکر صدر جمعیت سے ضرور ملاقات کرتے اور جماعتی امور پر تبادلۂ خیال کرتے۔

آپ کی نماز جنازہ بڑا قبرستان مرین لائن ممبئی سنٹرل میں فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی (امیر صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی) کی امامت میں ادا کی گئی اور وہیں تدفین بھی عمل میں آئی۔

آپ کے انتقال کے کچھ ہی دن بعد ۲۶ر دسمبر ۲۰۱۶ء بروز سوموار کو آپ کی اہلیہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللھم اغفر لھما وارحمھما.

(**نوٹ**: آئندہ کسی قریبی شمارہ میں جناب کوڈیا صاحب کے بارے میں تفصیلی مضامین شائع کیے جائیں گے، ان شاء اللہ)

نوجوان صحافی نثار احمد کے والد انوار خان کا انتقال

۱۸ر نومبر ۲۰۱۶ء بروز جمعہ نوجوان صحافی نثار احمد خاں کے والد جناب انوار بن محمد مصطفیٰ خاں (ناظم مدرسہ دارالہدی) کا اپنے آبائی وطن مصطفیٰ نگر جنک پور بلرام پور میں بعمر ۵۵ر سال انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف صوم وصلاۃ کے پابند تھے، گزشتہ کئی برسوں سے دینی وفلاحی سیاسی و سماجی کاموں میں سرگرم تھے۔ ۱۹۹۸ء میں اپنے والد کے ساتھ ایک مسجد تعمیر کرائی جس میں پولیس افسران کی طرف سے کئی بار مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

سال رواں کے ماہ مارچ میں ایک تعلیمی بیداری کانفرنس کا انعقاد کیا تھا جس میں اصلاح معاشرہ کے عنوان سے بین الاقوامی شہرت کے حامل علماء کرام مثلاً شیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی، شیخ محمد رحمانی (دہلی)، مولانا مصطفیٰ مدنی (کویت) مولانا شمیم سلفی (قطر) مولانا اسرارالحق مدنی (نیوزی لینڈ) وغیرہم کے خطابات ہوئے۔

پس ماندگان میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، اہلیہ ۲۵ر سال قبل فوت ہوچکی ہیں۔ اللہ موصوف کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس سے نوازے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

صدر جمعیت اہل حدیث ہند (ٹرسٹ) شیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی ودیگر ذمہ داران، ادارہ ترجمان جدید وارا کین اس موقع پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے، جماعت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ (ادارہ)

صفحہ ۴۷ کا بقیہ

مال و دولت کا خزینہ اور نہ کوئی تخت و تاج
شغلِ تعلیم و تعلّم ہی رہا ہے کام کاج
بن گیا تھا بس کفافِ عیش ہی ان کا مزاج
اب کہاں ملتے ہیں ایسے باوفا ڈھونڈھے سے آج

ان کی فرقت سے شناسا ہر کوئی رنجور ہے
خانۂ دل ان کی یادوں سے مگر معمور ہے

خانوادے پر نگاہِ رب، رحیمانہ رہے
نصرت و یاری رہے، شانِ کریمانہ رہے
علم و تقوی، زہد سے آباد یہ خانہ رہے
جیسے شاہانہ تھا پہلے، ویسے شاہانہ رہے

وہ کرے نامی گرامی جس کو بس نامی وہی
اپنے بندوں کا محافظ، ناصر و حامی وہی

کس قدر آسان تھے حبّ و وفا ان کے لیے
سب سلیقہ مندی و حسنِ ادا ان کے لیے
توشۂ رہ ہوں یہی صدق و صفا ان کے لیے
مصطفیٰ خستہ کی خالص ہے دعا ان کے لیے

''آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے''

☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

برادرِ گرامی مولانا عبداللہ عبدالتواب مدنی رحمہ اللہ کی یاد میں

(وفات: ۲۲/۱۲/۲۰۱۵ء)

صلاح الدین مقبول احمد مصلح نوشہروی

زندگانی کیا ہے سطحِ آب پر مثلِ حباب
موت کیا جانے ہے، کیا طفلی و پیری اور شباب
ایک مدّت تک دکھا کر اپنی اپنی آب و تاب
ڈھل گئے ہیں ایسے کتنے آفتاب و ماہتاب
پائداری کس کو دنیا میں ہے پیشہ کے لیے
کون آیا ہے یہاں رہنے ہمیشہ کے لیے

پیش رو اسلاف اپنے اب کہاں آباد ہیں
آج کس دنیا میں اپنے آبا و اجداد ہیں
چور کیوں کر نشۂ غفلت میں یہ اولاد ہیں
کیا غمِ دنیا سے وہ اِس دیس میں آزاد ہیں
طاقت و قوّت نہیں کچھ زورِ فولادی میں ہے
اصل آزادی تو بس محشر کی آزادی میں ہے

جو چلا جاتا ہے وہ واپس کبھی آتا نہیں
فیصلے سے اپنے وہ بالکل ہی گھبراتا نہیں
کوئی بھی دیگر کا اس نرغے میں غم کھاتا نہیں
اب بلا احباب یہ عالم مجھے بھاتا نہیں
وقتِ نازک میں ہے چھوڑا ساتھ عبداللہ نے
آخری دم تک نبھائی دوستی ہمراہ نے

اب نظر آتا نہیں ان کی شرافت کا جواب
محفلِ احباب میں ان کی ظرافت کا جواب
ان کی دل داری کا اور ان کی ضیافت کا جواب
مل نہیں پایا کبھی ان کی رفاقت کا جواب
ہے غنیمت گر کوئی اب تک یہاں موجود ہے
جو چلا جاتا ہے، اب اس کا بدل مفقود ہے

تھے محرّر اور سخنور ، تھے وہ نقّاد و ادیب
''نورِ توحید'' ان کا اردوئے معلّی کا نقیب
خوش لباس و خوش کلام و خوش نوا و خوش نصیب
اپنے اخلاق و ادب سے تھے حبیبوں میں حبیب
گفتگو میں ان کی تھی تنظیم سنبل کی طرح
بزمِ یاراں میں چہکتے تھے وہ بلبل کی طرح

''نورِ توحید'' ان کا حق کے واسطے ہے شعلہ بار
اس سے بالائی پہ ہے دینی صحافت کا وقار
تابناکی اس کے مستقبل میں، ماضی شاندار
ان کی غیرت کا نمائندہ مجلّے کا شعار
نرم تھی تحریر ، باطل کے لیے وہ سیف تھی
گردشِ جامِ ''شعور و آگہی'' پُر کیف تھی

دعوت و تبلیغ میں ان کو حکیمانہ شعور
شستگی، شائستگی کا تھا خطابت میں ظہور
ان کا اندازِ بیاں تھا باعثِ کیف و سرور
کوئی خود رائی نہ تھی ان میں، نہ تھا کچھ بھی غرور
ٹیلیویژن پر خطابت کا حسیں انداز تھا
کامرانی کے لیے انداز ہی اک راز تھا

شہرت و علم و ہنر میں فیضِ ربّانی رہے
وہ تعلّق میں وقارِ بزمِ انسانی رہے
دامنِ کوہِ ہمالہ میں وہ لاثانی رہے
اوّلیں وہ بانیِ تعلیمِ نسوانی رہے
معہدِ نسواں: خدیجہ ہے نشانی کے لیے
اس کی آبادی دعا گو اپنے بانی کے لیے

بقیہ صفحہ نمبر ۴۶ پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

Date of Publishing 20/12/2016 Date of Posting 22-23/12/2016

Total Page:48

Tarjaman-e-Jadeed

P.R. NO. DL - (S) 01/3467/2014-16
R.N.I. No. DELURDU/2013/52658

Fortnightly

1st to 31 December 2016 Rs. 10.00
Vol.4 Issue:7-8

E-57, 1st Floor, (Near Scholar School) Abul Fazal Enc. Part-1, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-25

علمی اور تاریخی دو روزہ عالمی

سیمینار

بعنوان

''حضرت میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ - حیات و خدمات''

صدر سیمینار
فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ

سرپرست سیمینار
فضیلۃ الشیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی حفظہ اللہ
صدر جمعیت اہل حدیث ہند

بتاریخ
۵-۶/جمادی الاخری ۱۴۳۸ھ
4-5/مارچ 2017ء
بروز ہفتہ۔اتوار

بمقام: ایوانِ غالب
۴/مارچ بروز ہفتہ
ماتا سندری روڈ، نئی دہلی-2
5/مارچ بروز اتوار
مسجد محتسب پھاٹک حبش خاں (تلک بازار)، دہلی-6

بوقت
4:30 بجے شام
تا
10:00 بجے رات
صبح 9 بجے تا نمازِ عشاء

جس میں ملک کی معزز شخصیات، موقر اہل علم اور فاضل مقالہ نگاران شرکت کریں گے ان شاء اللہ، نیز مختلف ممالک کے اہل علم سیمینار کے لئے مختلف زبانوں میں مقالات ارسال کریں گے۔ اس سیمینار کے ذریعے حضرت میاں صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی علمی، دعوتی، تدریسی، تصنیفی اور مجاہدانہ خدمات کے متعلق تفصیلی تذکرہ ہوگا۔ کوشش یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب کی خدمات پر ایک معتبر و مفصل اور تاریخی دستاویز تیار ہو جائے۔ جو آئندہ نسلوں کے لیے مشعل راہ بن سکے۔ واللہ الموفق

کنوینر: مولانا راشد حسن سلفی مبارکپوری (M) : 9718784228
مدیر انتظامی: حافظ شکیل احمد میرٹھی (M) : 9810889357
معاون: مولانا عبدالقدیر سلفی (M) : 9310844502
معاون: مہتاب خاں (M) : 9891022044

جملہ اراکین جمعیت اہل حدیث صوبہ دہلی

منجانب جمعیت اہل حدیث صوبہ دہلی
JAMIAT AHLE HADEES DELHI STATE

E-57/1, Ist Floor (Near Scholar School) Abul Fazal Enc. Jamia Nagar Okhla, New Delhi-110025 - E-mail : jamiatahlehadeeshind@gmal.com

Editor. **RAZAULLAH MADNI** Printer, Publisher,& Prop. **ABDULLAH**

Has Published From House No.128/29, IInd Floor, Flat No. 205, Street No.15, Zakir Nagar New Delhi-110025

Printed From: **M. S. Printer's** Gali No.8, 145 Chauhan Bagar, Delhi-110053